مرکز اہل السنت والجماعت سرگودھا کا ترجمان



جلد نمبر 3 | فروری 2014ء | شمارہ 2





مسلمان
اتنا "سادہ" ہے؟

سر ڈھانپ کر
نماز پڑھنا

ناشر
مرکز اہل السنۃ والجماعۃ
www.ahnafmedia.com



عنقریب ماہنامہ فقیہ سرگودھا امام اعظم نعمان بن ثابت ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر اپنی پہلی اشاعت خاص کا اہتمام کر رہا ہے۔ اس موقع پر صاحب قلم علماء، محققین اور دینی اسکالرز، پروفیسرز اور اہل علم طبقہ سے ادارہ کی جانب سے گزارش ہے کہ مسلمانان عالم کے اس عظیم محسن، فقہ اسلامی کے مدون اول اور زہد و تقویٰ کے کوہ گراں (امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ) کی علمی اور عملی زندگی کے پاکیزہ خدوخال پر اپنی علمی، تحقیقی، تخلیقی اور قیمتی تحاریر ہمیں ارسال کریں۔

خصوصی اشاعت میں لکھنے والوں کے نام چند ہدایات



1. صاف ستھرا لکھیں۔
2. مضمون کی فوٹو کاپی ارسال کریں اصل مسودہ اپنے پاس محفوظ رکھیں۔
3. ادبی اردو میں لکھیں۔
4. سیر و رجال اور سوانح کی معتبر کتب کا حوالہ (کتاب کا نام، مصنف کا نام، جلد نمبر اور صفحہ نمبر) بھی لکھیں۔
5. مضمون کم از کم 1000 الفاظ پر مشتمل ہو۔
6. خلاف حقیقت کوئی بات درج نہ کریں۔
7. تحریر سیاسی اور عسکری تجزیات سے خالی ہو۔
8. مضمون صرف امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہی کے حالات زندگی پر ہی لکھیں۔
9. اپنا نام، مکمل پتہ، ای میل ایڈریس اور فون نمبر ساتھ لکھیں۔
10. مضمون جمع کرانے کی آخری تاریخ 15 مئی 2014ء ہے۔

مضمون بھیجنے کا طریقہ کار

بذریعہ ڈاک
دفتر رسائل و جرائد مرکز اہل السنت والجماعت 87 جنوبی سرگودھا

بذریعہ ای میل
zarbekaleem313@gmail.com

مزید تفصیلات
فون نمبر: 03326311808

(نوٹ)
امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر منظوم کلام (آپ کی اور فقہ حنفی کی منقبت پر اشعار) اردو، عربی اور انگلش میں بھی بھیج سکتے ہیں۔

مرکز اہل السنّت والجماعت سرگودھا کا ترجمان



شمارہ 2	فروری 2014ء	جلد نمبر 3

مدیر
مولانا محمد الیاس گھمن

معاون مدیر
مولانا محمد کلیم اللہ
نگران شعبہ رسائل وجرائد

بیرون ممالک

امریکہ، اسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک
35ڈالر...... سالانہ

سعودیہ، انڈیا، متحدہ عرب امارات اور عرب ممالک
25ڈالر...... سالانہ

ایران، بنگلہ دیش 20ڈالر...... سالانہ

ایجنسی ہولڈرز مہر لگائیں اور ہدیہ دینے والے اپنا نام لکھیں!

- آپ یہ شمارہ آن لائن پڑھ اور ڈاؤن لوڈ بھی کر سکتے ہیں

www.ahnafmedia.com

قیمت فی شمارہ 20 روپے علاوہ ڈاک خرچ
زرتعاون سالانہ 300 روپے

سرکولیشن منیجر
0332-6311808
Contact Us
www.ahnafmedia.com
zarbekaleem313@gmail.com

ناشر


فہرست

مسلمان اتنا "سادہ" ہے؟

ادا ریہ

ہر گزرتی سانس کے ساتھ حیات مستعار کٹتی چلی جا رہی ہے وقت کم سے کم ہوتا جا رہا ہے اور ہم ہیں کہ ہنوز اس سے غافل۔ ہمیں اپنے احوال پر غور کرنا ہو گا۔ ماضی پر فخر کم اور حال و مستقبل کی فکر زیادہ کرنی ہو گی، ہماری لاپرواہی میں بیتی زندگی کی ساعتیں ہم سے شکوہ کناں بھی ہیں اور ہمیں دعوت فکر بھی دی رہی ہیں کہ باقی ماندہ وقت کو غنیمت جانو، جو ہو چکا اس پر توبہ واستغفار اور آئندہ کے لیے محتاط زندگی اختیار کرو۔ ہماری ذاتی زندگی سے لے کر گھریلو زندگی تک اور گھریلو زندگی سے لے کر ہر شخص کی اجتماعی زندگی تک خالق دو جہاں کے احکام اور محبوب دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات دھیرے دھیرے نہیں بلکہ بڑی تیزی سے مٹتے جا رہے ہیں۔

شیطان مردود خوش اور رحمان و رحیم ناراض ہیں، یہ ہمارے حالات میں فساد اور بگاڑ میں وہ پوشیدہ امر ہے جسے ہم جان بوجھ کر سوچنا ہی نہیں چاہتے اس کو کبھی حکومت کے سر منڈھتے ہیں اور کبھی فلاں طبقے پر اور کبھی فلاں طبقے پر۔

اگر ہم خلاق لم یزل کے احکامات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق صدق دل سے عمل پیرا ہو جائیں۔ تو یاد رکھیے غلامی کی دبیز چادر چاک ہو گی مسلمان اپنی نئی آن نئی شان سے نظر آئے گا۔ پھر مسلمان؛ تقسیم شدہ حدود میں محدود نہیں رہے گا بلکہ بقول اقبال مرحوم

چین و عرب ہمارا ، ہندوستاں ہمارا
مسلم ہیں ہم ، وطن ہے سارا جہاں ہمارا

لیکن اس (ذہنی) غلامی سے نکلنے کے لیے ضروری ہو گا کہ ہم پختہ ارادہ کریں کہ غیروں کے کلچر، ان کی تہذیب و تمدن، ان کے طور طریقے اور ان کی مشابہت چھوڑ کر اسلام کی روشنی سے مستفید ہوں۔

محض باتوں باتوں سے کام نہیں بنتے بلکہ اس کی عملی مشق کرنا ہو گی، آج کا مسلمان تھیوری(Theory)زیادہ پیش کرتا ہے اور پریکٹیکل (Practical) کم۔ ہر وقت یہود و نصاریٰ کی مذمت زیادہ کرتا ہے انہیں اسلام، پیغمبر اسلام اور اہل اسلام کا دشمن گردانتا ہے لیکن ان کے طرزِ زندگی کو عملاً چھوڑتا بھی نہیں، غیروں کے خود ساختہ قوانین کو معاشرے پر ظلم بھی سمجھتا ہے اور لیکن عملاً اسلامی قانون کے نفاذ کے لیے کوشش بھی نہیں کرتا۔ غیروں کے بے ہودہ کلچر کو نقصان دہ بھی سمجھتا ہے لیکن عملاً اپنے کلچر کو بھی انہیں کے رنگ میں رنگ رہا ہے، غیروں کے مادر پدر آزاد بود وباش کو معاشرے کی بربادی کا ذمہ بھی قرار دیتا ہے لیکن عملاً اسی بود وباش کو اپنے لیے باعث عزت اور فخر بھی سمجھتا ہے۔

اس سے ذرا آگے آئیں خود کو ”سنی“ بھی کہتا ہے لیکن عملاً ایسی ایسی بدعات کا مرتکب ہو رہا ہے کہ الاماں الاماں۔ خصوصاً پاکستان کے باسیوں کو اچھی طرح یاد ہو گا کہ ربیع الاول کے ابتدائی 12 دن محرم الحرام کے ابتدائی 10 دنوں سے جیسے تعداد میں زیادہ تھے اس طرح خرافات میں بھی کم نہ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ”جشنِ میلاد“ کی آڑ میں کون ساوہ لچر اور فضول کام ہے جو نام نہاد ”سنی قوم“ نے نہ کیا ہو؟ ہماری بات کو طنز نہ سمجھا جائے بلکہ سنجیدہ طبقہ اس پر غیر جانب دار ہو کر اپنے ضمیر کی آواز کو سمجھے۔ اس سارے پس منظر میں آپ کو کیا لگتا ہے کہ جان بوجھ کر حقائق سے نظریں چرائی جا رہی ہیں۔ یا واقعی مسلمان اتنا ”سادہ“ ہے؟

تقلید کے چودہ سو سال

✪ مولانا عبدالرحمن سندھی

تقلید ایک فطری چیز ہے ، دنیا کے جملہ انتظامی امور اس اعتماد پر چلتے ہیں، سب لوگ ہر ایک فن میں اس کی مہارت حاصل کریں، یہ ناممکن ہے۔ نہ سارے ڈاکٹر بن سکتے ہیں، نہ انجینیر، نہ تاجر ،نہ بیرسٹر۔ اسی طرح دین کا پورا علم اور کتاب وسنت کا پورا احاطہ ہر مسلمان کو میسر ہو، یہ بات ناممکن ہے۔ اس لیے اللہ رب العزت نے اس پیش آنے والی مشکل کو ایک اصول کے ذریعے حل کرنے کی تعلیم دی ہے، ارشاد فرمایا: فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ۔ (سورۃ النحل: آیت 43)

ترجمہ: تم اہل ذکر سے پوچھ لیا کرو اگر تم جانتے نہیں۔

پہلے دور میں خیر ہی خیر تھی، ہر طرف خیر غالب تھی، دین پر رضا الٰہی کے لیے عمل پیرا ہوتے تھے اور حسبِ ضرورت اہل علم سے پوچھ کر عمل کر لیتے تھے لیکن بعد میں ایسے لوگ بھی آئے جو اپنی خواہش، تسکینِ نفس اور اپنی سہولت کی راہ تلاش کرنے لگے تو اس سے پوری دینی زندگی میں بگاڑ کا زبردست خطرہ تھا، اس لیے اس نازک موڑ پر علمائے حق آگے بڑھے اور انہوں نے اختلاف اور گمراہی سے بچانے کے لیے ایسے کام [تقلید] کی حمایت کی جس سے خواہش پرستی کو روکا جا سکتا ہے۔

یہ بات تو بالکل بجا ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک مشکل بھی پیش آئی وہ یہ کہ چونکہ فروعی مسائل میں مجتہدین کا دلائل کی بنیاد پر اختلاف ہوتا ہے ایک مجتہد کسی مسئلہ میں یہ فتویٰ دیتا ہے کہ فلاں کام جائز ہے اس کی گنجائش موجود ہے۔ جبکہ دوسرے مجتہد کا اجتہاد اس طرف ہوتا ہے کہ یہ کام ناجائز ہے۔ اس کی کوئی گنجائش

موجود نہیں۔ عام آدمی اس موقع پر دونوں مجتہدین کی بات پر بیک وقت عمل نہیں کر سکتا۔ پھر کیا کیا جائے؟ اس کا حل یہ نکالا گیا کہ کسی ایک معین مجتہد کی پیروی کی جائے ورنہ شریعت پر عمل مشکل ہو جاتا ہے۔ انسانی فطرت ہے کہ وہ تن آسانی تلاش کرتا ہے، اگر کسی ایک امام کی بات نہ مانی جائے تو وہ ایسے مجتہد کے قول لینے کی طرف جائے گا جس میں اسے اپنی تن آسانی نظر آئے اور یہ چیز "تن آسانی" کہلائے گی، دین کی اتباع نہیں کہلائے گی۔ اس نقطہ نظر سے "تقلید شخصی" ضروری سمجھی جانے لگی، چوتھی صدی میں تقلید شخصی پر اجماع ہو گیا اور صرف مذاہب اربعہ باقی رہے تو ان کی پیروی سوادِ اعظم کی پیروی شمار ہوتی تھی اور تقلید سے نکلنا سوادِ اعظم سے نکلنا شمار ہوتا تھا۔ آپ کے سامنے صدی وار حوالے پیش کرتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ تقلید شخصی ضروری ہے اور اس سے نکلنا گمراہی ہے۔

تقلید......... پہلی صدی میں:

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان اھل المدینۃ سالوا ابن عباس رضی اللہ عنہما عن امراۃ طافت ثم حاضت؟ قال لھم تنفر قالوا لا ناخذ بقولك وندع قول زید۔ (صحیح البخاری ج1 ص237)

ترجمہ: مدینہ منورہ کے باسیوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایسی عورت کے بارے میں سوال کیا جسے طواف (وداع) کرتے ہوئے حیض آ گیا؟ انہوں نے کہا کہ بس وہ چلی جائے۔ اہل مدینہ کہنے لگے کہ ہم آپ کے اس فرمان کی وجہ سے حضرت زید (بن ثابت رضی اللہ عنہ) کی بات کو نہیں چھوڑ سکتے۔

تقلید......... دوسری صدی میں:

امام ابو یوسف رحمہ اللہ (المتوفیٰ 179ھ) فرماتے ہیں: علی العامی الاقتداء

بالفقهاء لعدم الاهتداء فی حقه الی معرفة الاحادیث(الکفایہ شرح ہدایہ کتاب الصوم)

ترجمہ: عام آدمی پر فقہاء کی اقتداء (تقلید) واجب ہے اس لیے کہ وہ احادیث کی چھان پھٹک کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

تقلید......... تیسری صدی میں:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ [م 241ھ] کے بارے میں منقول ہے:

ویأمر العامی بأن یستفتی إسحاق وأبا عبید وأبا ثور وأبا مصعب وینهی العلماء من أصحابه کأبی داود وعثمان بن سعید وإبراهیم الحربی وأبی بکر الأثرم وأبی زرعة وأبی حاتم السجستانی ومسلم وغیرهم أن یقلدوا أحدا من العلماء ویقول علیکم بالأصل بالکتاب والسنة۔

[الفتاوی الکبری لابن تیمیہ: ج5 ص98، کتاب مسائل منثورۃ، رقم المسئلۃ:20]

ترجمہ: امام احمد رحمہ اللہ عام لوگوں کو امام اسحاق امام ابو عبید امام ابو ثور اور امام ابو مصعب رحمہم اللہ سے مسائل دریافت کرنے کا حکم دیتے تھے اور اپنے اصحاب میں سے جو علماء تھے مثلا امام ابو داود، عثمان بن سعید، ابراہیم الحربی، ابو بکر الاثرم، ابو زرعہ، ابو حاتم سجستانی اور امام مسلم رحمہم اللہ وغیرہ ان کو کسی کی تقلید کرنے سے روکتے تھے اور ان سے فرماتے تھے کہ تم پر اصل کتاب وسنت کی طرف رجوع کرنا واجب ہے۔

فائدہ: امام رحمہ اللہ کے قول میں جہاں عام آدمی کے لیے تقلید کا وجوب ثابت ہو رہا ہے وہاں ان لوگوں کا یہ شبہ بھی زائل ہو جاتا ہے جو کہتے ہیں کہ ائمہ اربعہ نے اپنی تقلید سے تو روکا ہے پھر ان کی تقلید کیوں؟ جواب واضح ہے کہ جن مجتہدین نے تقلید سے منع کیا ہے تو انہوں نے اپنے شاگردوں اور اجتہاد کی صلاحیت سے بہرہ ور، احادیث وفقہ کے ماہر افراد ہوں، رہے عام لوگ تو ان پر تو یہ خود تقلید واجب فرما

رہے ہیں، پھر ان کا قول لے کر عدم وجوب تقلید پر دلیل پکڑنا حیرت کا موجب ہے۔

تقلید.........چوتھی صدی میں:

امام ابو بکر جصاص رحمہ اللہ (المتوفیٰ 370ھ) فرماتے ہیں: وفی ھذہ الآیۃ دلالۃ علی وجوب القول بالقیاس واجتھاد الرائی فی احکام الحوادث ...ومنھا ان العامی علیہ تقلید العلماء فی احکام الحوادث. (احکام القرآن للجصاص ج2 ص305)

ترجمہ: یہ آیت اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ نئے پیش آمدہ مسائل میں قیاس اور اجتہاد پر عمل کرنا واجب ہے۔۔۔۔۔ اور اسی آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ پیش آمدہ مسائل میں غیر مجتہد پر مجتہد کی تقلید واجب ہے۔

تقلید.........پانچویں صدی میں:

خطیب بغدادی رحمہ اللہ (المتوفی 463ھ) لکھتے ہیں: لو منعنا التقلید فی ھذہ المسائل التی ھی من فروع الدین لاحتاج کل احد ان یتعلم ذالك وفی ایجاب ذالك قطع عن المعایش وھلاك الحرث والماشیۃ فوجب ان یسقط۔

(الفقیہ والمتفقہ ج2 ص62)

اگر ہم ان فروعی مسائل میں عوام کو تقلید سے روکیں تو پھر ہر کسی پر پورے دین کی تعلیم ضروری ہو جائے گی اسے ہر کسی کے لیے ضروری ٹھہرانے میں دیگر امور معاش، کھیتی باڑی اور مال مواشی سب برباد ہو جائیں گے۔ [یعنی لوگوں کو تقلید کے اس فطری حق سے محروم کرنے میں پوری دنیا کے انتظامی امور میں خلل واقع ہو گا۔]

تقلید.........چھٹی صدی میں:

امام غزالی رحمہ اللہ (المتوفی 505ھ) لکھتے ہیں:

وانما حق العوام ان یو منوا ویسلموا ویشتغلوا بعبادتھم ومعایشھم

ویترکوا العلم للعلماء۔ (احیاء علوم الدین ج3 ص35)

ترجمہ: دین کی بات عوام کے ذمہ صرف یہ ہے کہ ایمان لائیں، اسلام قبول کریں، عبادات میں مشغول رہیں اور اپنے اپنے کاروبار میں لگے رہیں علم اور تحقیق کے مسائل علما کے لیے چھوڑیں۔

عوام اگر مسائل کی تحقیق میں پڑیں اور فیصلہ خود کرنے لگیں اس کے لیے امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وقع فی الکفر من حیث لایدری کمن یرکب لجۃ البحر وھو لایعرف السیاحۃ۔ (احیاء علوم الدین ج3 ص35)

ترجمہ: وہ کفر کے خطرہ میں ہے اس طرح کہ وہ جانتا نہیں، یہ ایسے ہے جیسے کوئی شخص جو تیراکی نہ جانتا ہو اور دریا کے بھنور میں کود پڑے۔

تقلید.........ساتویں صدی میں:

حضرت امام رازی رحمہ اللہ (المتوفی 606ھ) فرماتے ہیں: ان العامی یجب علیہ تقلید العلماء فی احکام الحوادث۔ (تفسیر کبیر ج3 ص372)

ترجمہ: عام آدمی پر روزمرہ پیش آنے والے مسائل میں علماء کی تقلید واجب ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ (المتوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

لوجاز اتباع ای مذھب شاء لافضی الی ان یلتقط رخص المذاھب متبعا ھواہ.... فعلی ھذا یلزمہ ان یجتھد فی اختیار مذھب یقلدہ علی التعین۔

(المجموع شرح المھذب ج1 ص91)

ترجمہ: اگر یہ جائز ہو کہ انسان جس فقہ کی چاہے پیروی کرے تو بات یہاں تک پہنچے گی کہ وہ اپنی نفسانی خواہش کے مطابق تمام مذاہب کی آسانیاں چنے گا۔ اس لیے ہر شخص پر لازم ہے کہ ایک معین مذہب چن لے اور اس کی تقلید کرے۔

تقلید......... آٹھویں صدی میں:

امام ابن تیمیہ الحرانی رحمہ اللہ (المتوفی 728ھ) لکھتے ہیں: یکونون فی وقت یقلدون من یفسدہ وفی وقت یقلدون من یصححہ بحسب الغرض والھویٰ ومثل لایجوز باتفاق الائمۃ۔ (فتاویٰ کبری ج2ص285)

ترجمہ: لوگ غرض وخواہش کی خاطر کسی وقت ایک امام کی تقلید کریں جو ایک عمل کو فاسد قرار دیتا ہو اور کسی وقت دوسرے امام کی تقلید کریں جو اسے صحیح قرار دیتا ہو یہ باتفاق ائمہ جائز نہیں۔

تقلید......... نویں صدی میں:

علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ (المتوفی 808 ھ) لکھتے ہیں:

ولما عاق عن الوصول الی رتبۃ الاجتہاد ولما خشی من اسناد ذالك الی غیر اهله ومن لایوثق برایه ولابدینه فصرحوا بالعجز والاعراز وردوا الناس الی تقلید هولاء کل من اختص به من المقلدین وحظروا ان یتداول تقلیدهم لما فیه من التلاعب ولم یبق الا نقل مذاهبهم۔

(مقدمہ ابن خلدون باب6 فصل7 ص448 مصر)

ترجمہ: جب مرتبہ اجتہاد تک پہنچنا رک گیا اور اس کا بھی خطرہ تھا کہ اجتہاد نا اہلوں اور ان لوگوں کے قبضہ میں چلا جائے گا جن کی رائے اور دین پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا بڑے بڑے علماء نے اجتہاد سے عجز اور درماندگی کا اعلان کر دیا اور لوگوں کو ان چاروں ائمہ کی تقلید پر لگا دیا ہر شخص جس کی وہ تقلید کرتا ہے اس کے ساتھ رہے۔

اور لوگوں کو اس سے خبردار کیا کہ وہ ائمہ کی تقلید بدل بدل کر نہ کریں یہ تو دین سے کھیلنا ہو جائے گا اس کے سوا کوئی صورت ہی نہیں کہ انہی ائمہ اربعہ کے

مذاہب آگے نقل کیے جائیں۔

علامہ ابن الہمام الاسکندری رحمہ اللہ (المتوفی 861ھ) فرماتے ہیں: ان مثل هذه الالتزامات لکف الناس عن تتبع الرخص۔ (فتح القدیر ج1ص211)

ترجمہ: اس قسم کے التزامات {کہ انسان ایک مذہب کی پیروی کریں} اس لیے نہیں کہ لوگ مختلف مذاہب سے {خواہش نفس کے مطابق} آسانیاں تلاش کرنے سے باز رہیں۔

تقلید......... دسویں صدی میں:

علامہ ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ (المتوفیٰ970ھ) فرماتے ہیں:

أَخَذَ الْعَامِّيُّ فی کل مَسْأَلَةٍ بِقَوْلِ مُجْتَهِدٍ (البحر الرائق: ج6ص290)

ترجمہ: عام آدمی ہر مسئلہ میں اپنے مجتہد کے قول پر عمل کرے گا۔

تقلید......... گیارہویں صدی میں:

شارح بخاری علامہ علاؤالدین (المتوفی 1088ھ) صاحب درالمختار لکھتے ہیں:

ان الحکم والفتیا بالقول المرجوح جهل وخرق للاجماع وان الحکم الملفق باطل بالاجماع۔ (در مختار بحاشیہ شامی ج1ص69)

ترجمہ: فقہاء میں سے کسی قول مرجوح کو لینا اور اس پر قضاء اور فتوی دینا ایک جہالت اور اجماع امت کی مخالفت کے سوا کچھ نہیں کبھی ایک امام کی بات لینا اور کبھی دوسرے کی یہ تلفیق کا انداز بالاجماع باطل ہے۔

بارہویں صدی اور تقلید:

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ (المتوفی 1176ھ) لکھتے ہیں: وجب علیه ان یقلد لمذهب ابی حنیفة ویحرم علیه ان یخرج من مذهبه۔ (الانصاف ص53)

ترجمہ: ہندوستان اور ماوراء النہر میں رہنے والوں کے لیے} واجب ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید کریں اور ان پر حرام ہے کہ آپ کے مذہب کی پیروی سے نکلیں۔

تقلید......... تیرہویں صدی میں:

علامہ عبد العزیز فرہاروی رحمہ اللہ [1239] فرماتے ہیں: ثم من لم یکن مجتهدا وجب علیه اتباع المجتهد لقوله تعالیٰ: ﴿ فَاسۡأَلُوا أَهۡلَ الذِّكۡرِ إِنۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُونَ ﴾ و لاجماع السلف علی ذلك وهذا الاتباع یسمّٰی تقلیدا۔

(نبراس شرح شرح العقائد ص72)

ترجمہ: جو مجتہد نہیں ہے اس پر مجتہد کی اتباع کرنا واجب ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اہلِ ذکر سے پوچھ لو اگر تم لوگ خود نہیں جانتے۔ نیز اس لیے بھی واجب ہے کہ اس پر سلف صالحین کا اجماع ہے اور اسی اتباع کا نام "تقلید" ہے۔

تقلید.........چودہویں صدی میں:

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ (المتوفیٰ 1362ھ) رقم طراز ہیں:

اس وقت ائمہ اربعہ کے مذاہب ہی میں تقلید منحصر ہے اور تقلید شخصی واجب ہے اور تلفیق [خواہشات نفس کی وجہ سے کبھی کسی امام کے قول کو لینا اور کبھی کسی امام کے قول کو لینا] باطل ہے۔ (ہدیہ اهل حدیث ص26)

چودہ صدیوں کی شہادت ہم نے آپ کے سامنے رکھ دی ہے یہ پوری امت کی متفقہ آواز ہے۔ حنفی ہوں یا شافعی، مالکی ہوں یا حنبلی ان کے سر کردہ علماء نے چوتھی صدی سے لے کر چودھویں صدی تک ائمہ کی تقلید شخصی کو تحفظ دین کی واحد صورت قرار دیا اور اس سے نکلنے میں الحاد اور گمراہی کے وہ سیاہ بادل دیکھنے میں آئے کہ الامان والحفیظ جب تیرہویں صدی کے بعد برٹش انڈیا میں اس قلعے میں پہلا شگاف لگا تو دنیا

نے دیکھا کہ دین میں آزادی فکر پیدا ہونے کے جو خطرناک نتائج علماء نے بیان کیے تھے وہ سامنے آکر رہے۔ اور آج مسلمانوں کی جو خطرناک فرقہ وارانہ حالت ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ دینا دیکھ چکی ہے کہ انکار فقہ نے انکار حدیث کی راہیں نکالیں اب فرقہ انکار حدیث اسی طرح مسلمانوں کو انکار قرآن کی دہلیز پر لا رہا ہے۔

اس لیے ہمیں آج غور و فکر سے کام لینا ہو گا کہ جس کام کو ساری امت کرتی چلی آرہی ہو اور دین کا تحفظ اور بقا اسی میں بتلا رہی ہو، مشاہدہ اور تجربہ بھی اس کا موید ہو، گمراہی و ضلالت سے حفاظت کا ذریعہ بھی ہو اور اعمال کرنے میں آسانی بھی اسی میں ہو تو آخر کیونکر اس سے منہ موڑا جا رہا ہے۔ کون لوگ ہیں جو دنیا کی اتنی بڑی حقیقت کو ماننے کے لیے تیار نہیں کہیں وہ ہمارے ارد گرد تو نہیں اور ہمیں راہ راست سے ورغلانے کے لیے شکوک و شبہات تو نہیں پھیلا رہے ؟ اگر ہیں تو ان سے بچیے !!!

دینِ اکبری کا فلمی کردار

ابن عبد اللہ

"وحی" اور "ہوائے نفس" کا تصادم ابتدائے آفرینش سے ہوتا آیا ہے۔ خیر اور شر کی جنگ محض اتفاق نہیں، باقاعدہ منصوبہ خداوندی ہے۔ باطل کی سرشت ہی یہ نہیں ہے کہ وہ حق کے وجود کو برداشت کر پائے۔ حق اگر اصل شکل میں موجود ہو تو باطل کے لئے کسی "پیغامِ اجل" سے کم نہیں۔ البتہ باطل کو حق کے غلاف میں پیش کیا جائے تو اس کا "عرصہ حیات" بڑھانے کے لئے اس سے زیادہ کارگر نسخہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ باطل کو اگر زندہ رکھنا ہے تو یہ "تلبیس" بہر حال ناگزیر ہے۔

'گلوبلائزیشن' کے موجودہ دور میں اسی تلبیس کا سہارا لیتے ہوئے اسلام کے بنیادی عقائد پر 'وحدت ادیان اور احترام انسانیت' کے خوشنما لیبل کے ساتھ ضرب لگانے کی کوشش جاری ہے۔ دیگر مذاہب کے معاملے میں تو انہیں کوئی خاص دشواری پیش نہیں آرہی، مگر مصیبت یہ ہے کہ اسلام اپنے سوا کسی بھی مذہب سے مداہنت کا روادار نہیں۔ اس کی بنیادی تعلیمات ہی میں کچھ ایسی 'شدت' ہے کہ اس پر ایمان رکھتے ہوئے آپ 'کفر' کے لئے اپنے دل میں 'نرم گوشہ' نہیں رکھ سکتے۔ چنانچہ 'حل' یہ نکالا گیا کہ 'اخلاقیات' کے نام سے ایک نئے مذہب کی داغ بیل ڈالی جائے، جس کے ذریعے مذاہب کے امتیاز (بلکہ کفر اور اسلام کے امتیاز) کو ختم کیا جاسکے۔

ہمارا المیہ یہ ہے کہ مسلم معاشرے اسلام کی حقیقت سے کوسوں دور ہیں اور یہی وہ چیز ہے جو جاہلیت کے لئے کسی نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں۔ خوبصورت الفاظ تو محض دل کو لبھانے کے لئے ہوتے ہیں، مگر پس پردہ ان کا اصل ہدف مسلم خطوں میں

ابھرتی ہوئی اسلامی بیداری کو 'احترام مذاہب' کے نام پر کچل دینا ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ 'مذہب' کو آپ اپنی انفرادی زندگی تک محدود رکھئے۔ اسے اتنی زحمت نہ دیجئے کہ یہ معاشرہ میں آکر حق اور باطل میں فرق کرنا شروع کر دے۔ آپ اپنے 'مذہب' پر چلتے رہئے اور دوسروں کو ان کے 'مذہب' پر چلنے دیجئے۔ کسی کے سر آنے کی آخر ضرورت ہی کیا ہے۔ "اپنا عقیدہ چھوڑو نہیں اور دوسروں کے عقیدے کو چھیڑو نہیں" اس سے زیادہ انصاف پر مبنی بات بھلا کیا ہو سکتی ہے؟!

قارئین کو شاید ہو گا کہ پوپ جان پال نے 1997 میں بادشاہی مسجد کا دورہ کرتے وقت یہی DOSE دیتے ہوئے کہا تھا کہ "مسلمان اور مسیحی دونوں 'خدائے واحد' ایمان رکھتے ہیں"۔ یہ بات تو وہ خود بھی اچھی طرح جانتے تھے کہ مسلمانوں کے توحید خالص پر مبنی 'خدائے واحد' کے عقیدے کو مسیحی حضرات کے 'توحید فی التثلیث' کے من گھڑت عقیدے سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ مگر چونکہ 'ضرورت ایجاد کی ماں ہے' لہٰذا ساتھ میں موجود حکمران طبقہ کو طفلانہ تسلی دینے کی خاطر یہ سب کہہ ڈالا گا۔

'ایک میں تین' اور 'تین میں ایک' کا فلسفہ عام افراد تو چھوڑیئے خود عیسائیوں کے لئے درد سر بنا ہوا ہے۔ سادہ لوح مسلمانوں کے سامنے تو یہ حضرات بڑے شاطرانہ انداز میں اس چیستان کو 'متشابہات' کا رنگ دینے کی کوشش کرتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ 'عقیدہ تثلیث' کی کوئی متفقہ تشریح آج تک 'روح القدس' سے رہنمائی پانے کا دعویٰ کرنے والی 'لاخطا کلیسا' بھی نہ کر سکی۔

عصر حاضر کی جاہلیت عیاری میں کہیں زیادہ ہے اور یہ خوب جانتے ہیں معاملہ ہے کہ ان کے ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے۔ اسلام کے خلاف جتنے جتن کر لیں، انجام بہر حال اسلام ہی کے حق میں نکل آتا ہے۔ سہل ترین چیز جو روبہ عمل میں لائی جا سکتی

تھی، وہ آراء و خواہشات کا پیوند ہے جسے اسلام کے ساتھ نتھی کر دیا جا سکے۔ اسلامی احکامات کا 'جدید ایڈیشن یا تفسیر نو' اسی مقصد کا حصہ ہے، اور اس 'خدمت' کے لئے طاقتور ترین ہتھیار ظاہر ہے کہ 'میڈیا' کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ عوام کی ذہن سازی (Brain Washing) کرنی ہو تو اس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ دین اکبری کی 'سوغات' کی تقسیم کا کام اس جاہلی میڈیا نے اپنے سر لے لیا ہے۔ لالی ووڈ ہو یا بالی ووڈ، ایجنڈا دونوں کا ایک ہی ہے۔ بادشاہ اکبر کے دو کاسہ پردازوں (ملا دو پیازہ اور بیربل) کی طرح لالی ووڈ اور بالی ووڈ نے اب دین اکبری کے 'مبلغین' کا روپ دھار لیا ہے۔ دونوں کے 'فرائض' میں عجیب مماثلت آپ کو نظر آئے گی۔ مگر اسلام کو جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لئے چونکہ کچھ 'نئے' مفہومات کی ضرورت پڑتی ہے، لہٰذا اس کا انتظام مخصوص افکار و نظریات کو پروان چڑھا کر کیا جا رہا ہے۔

ایسی ہی ایک کاوش پر مبنی فلم 'خدا کے لئے' تقریباً تین سال قبل ریلیز کی گئی تھی۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ قرآن و حدیث سے 'استدلال' کرنے کی زحمت کن کن 'خاصان خدا' سے لی گئی، مگر یہ حقیقت ہے کہ جن موضوعات کو اس فلم میں زیر بحث لایا گیا ہے وہ وہی ہیں جو جدت پسند طبقات کے ہاں 'اصول دین' کی طرح بیان کئے جاتے ہیں۔ مذہبی قیود سے جان خلاصی چاہنے والوں کے لئے یہ 'چشمہ صافی' مہیا کر دیا گیا ہے، اب انہیں ان حضرات کا شکر گزار ہونا چاہئے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ فلم کا مختصر سا خاکہ پیش کر دیا جائے تاکہ مسلم نوجوانوں کو دیئے جانے والے اس Slow Poison کی حقیقت سمجھنے میں الجھن نہ ہو۔ سرمد اور منصور نامی دو بھائی پروفیشنل گائیک تھے۔ ان کا ایک اور ساتھی شیر شاہ جو پہلے انھی کی طرح ایک گائیک تھا کسی مولانا طاہری (جنہیں جہادی تحریک کے رہنما کی

حیثیت سے پیش کیا گیا ہے) کی تبلیغ سے متاثر ہو کر اپنے فن سے توبہ کر لیتا ہے۔ جذبہ خیر خواہی کے تحت وہ اپنے دوست سرمد کی ملاقات بھی مولانا سے کرواتا ہے۔ جس کے نتیجے میں سرمد بھی تائب ہو جاتا ہے۔ سرمد کی چچازاد بہن MARY (جو کہ ایک غیر مسلم سے نکاح کی خواہشمند ہوتی ہے) کو زبردستی کسی مسلمان کی زوجیت میں دے دیا جاتا ہے۔ Mary اپنے ساتھ ہونے والی اس زیادتی کو عدالت میں چیلنج کر دیتی ہے۔ اب معاملہ چونکہ 'دین' کا آن پڑا، لہٰذا ضروری تھا کہ کسی ایسے 'صاحب علم' سے رہنمائی لی جائے جس سے خواہشات نفس پر بھی آنچ نہ آئے اور 'اسلام' کا بھرم بھی رہ سکے۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے عدالت میں ایک 'باریش' مفتی صاحب کو مدعو کیا گیا تاکہ ان کے دلائل جدت پسندی کے لئے 'آب حیات' کا کام دے سکیں۔

جدت پسندی کے داعی مفتی صاحب کو 'باریش' دکھانے میں کیا مصلحت کار فرما تھی، اس کا جواب آپ کو 'عقل سلیم' بخوبی دے سکتی ہے!!!

عدالت میں کئے گئے سوال وجواب کی ایک جھلک ذیل کی سطور میں ملاحظہ فرمائیں:

سوال: کیا شرعی نقطہ نظر سے ایک مسلمان لڑکی کا نکاح غیر مذہب میں کیا جا سکتا ہے؟

جواب: اہل کتاب سے تو ہو سکتا ہے مگر نہ ہو تو بہتر ہے۔ وضاحت طلبی پر ارشاد ہوتا ہے کہ 'ناپسندیدہ' ہے۔

بات جاری رکھتے ہوئے فرمایا: "'ناپسندیدہ' تو شراب بھی ہے، جھوٹ بولنا بھی ہے۔ مگر ہم شراب پینے والے اور جھوٹ بولنے والے کو دائرہ اسلام سے تو خارج نہیں کر سکتے"۔ کاش کہ موصوف بالبداہت فرما دیتے کہ ہم کفر اور شرک کے باوجود بھی کسی کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں کر سکتے تو ان کی مہربانی ہوتی!! زبان سے پڑھا گیا 'کلمہ' ہر طرح کے کفر کے علی الرغم انسان کو تاحیات 'مسلمان' ہی رکھتا ہے!!!

رہی بات 'ناپسندیدہ' ہونے کی، تو مفتی صاحب کی دی ہوئی مثالوں (شراب اور جھوٹ) سے بہر حال اتنا تو واضح ہے کہ وہ کس درجہ کے 'ناپسندیدہ' فعل سے بحث کر رہے ہیں!! اس فعل کے ارتکاب کی بناپر اسلام سے خارج کر دینے کا واقعہ حقائق کی دنیا میں ہماری نظر سے تو نہیں گزرا، البتہ اگر کسی نے اس طرح کا 'فتویٰ' جاری بھی کیا ہو تو عین ممکن ہے کہ وہ فلمی تھیٹر میں پایا جانا والا ہی کوئی علم سے بے بہرہ 'مفتی' ہو گا۔

سوال: آپ اس بات کو Appreciate کیوں نہیں کرتے کہ مولانا طاہری نے ایک ناچنے گانے والے، Jeans پہننے والے مغرب زدہ نوجوان کو اسلامی حلیہ میں ڈھال کر 'عاشق رسول' بنا دیا؟

(یہ نکتہ ذہن نشین رہے کہ خط کشیدہ مسائل ہی کو مذکورہ فلم میں نمایاں کیا گیا ہے)

جواب: (سرد آہ بھر کر) 'اسلامی حلیہ اور گانا بجانا یعنی موسیقی'

کہتے ہیں: 'اسلامی حلیہ اور موسیقی دونوں اہم موضوع چھیڑے ہیں''۔ (اہم ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ امت کے لئے دل سوزی نہیں بلکہ نفس امارہ کی تسکین کی مذموم کاوش ہے) موسیقی پر دلائل دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ 'حضور کا سب سے بڑا معجزہ قرآن شریف ہے۔ موسیٰ کو اس قابل بنایا کہ لاٹھی سے دریا کے دو ٹکڑے کر دیں، عیسیٰ کو ایسی طاقت دی کہ مردے کو دوبارہ زندہ کر دیں اور داود کو کیا دیا؟ 'موسیقی'۔ زبور اٹھا کر دیکھئے، یہ تک لکھا ہے کہ کن راگوں اور کن سازوں پہ گا کہ حضرت داود علیہ السّلام نے خدا کی حمد و ثنا بیان کی۔

مزید ارشاد ہوتا ہے ''کیا یہ ممکن ہے کہ خداوند کریم اپنی تعریف سننے کے لئے ایک حرام چیز کا انتخاب کرے'' سازوں کی جو تفصیل زبور میں دی گئی ہے اگر وہ انسانی قطع و برید سے پاک ہے تو اس میں کیا اشکال ہے کہ ایک حکم پچھلی شریعتوں میں

کچھ اور رہا ہو مگر اسلامی شریعت نے اس کے بر خلاف حکم دیا ہو۔

سبت ، جہاد اور طہارت وغیرہ سے متعلق جتنے سخت احکامات توریت میں پائے جاتے ہیں اسلامی شریعت میں کہیں اس 'تشدد' کا ذکر تک موجود ہے؟ توریت کی کتاب 'خروج' اور 'احبار' کی سرسری ورق گردانی کر جائیں، کیا شریعت محمدی میں یہ تمام احکامات من وعن پائے جاتے ہیں؟ ان تمام مسائل میں احکامات کی تبدیلی ممکن ہے تو آلات ساز کے بارے میں حکم کا بدل جانا ناممکن کیوں نظر آتا ہے؟ تحریف شدہ آسمانی صحف کی ہر بات اگر حرف آخر مانی جانے لگے تو نہ جانے انبیاء کرام علیہم السّلام کی معصوم شخصیات پر لگائے گئے شرمناک الزامات کی کیا توجیہہ پیش کی جائے گی۔ (اس سلسلے میں کتب احادیث سے کئے گئے غلط استدلال سے ہم صرفِ نظر کرتے ہیں کہ تفصیل کا یہ موقع نہیں)

بہر حال عدالتی کاروائی کے بعد سرمد اپنی ' انتہا پسندی 'کا اعتراف اور ما قبل کی زندگی کی 'پارسائی' ان الفاظ میں بیان کرتا ہے: "اس عدالتی کاروائی نے مجھے یاد دلایا ہے کہ میں پہلے بھی برا مسلمان نہیں تھا۔ جھوٹ نہیں بولتا تھا، چور نہیں تھا، اور شراب، جوا۔ سب سے دور تھا۔ کسی کو دھوکہ نہیں دیتا تھا، کسی کا حق نہیں مارتا تھا۔ ماں باپ بہت خوش تھے مجھ سے "(لبوں پہ مسکراہٹ لاتے ہوئے) "تیرہ سال کی عمر میں قرآن شریف ختم کیا تھا" "بس ایک کمی تھی مجھ میں، وہ یہ کہ میں نماز نہیں پڑھتا تھا،" (اور اب روتے ہوئے) "لیکن۔ اسلام کے نام پر۔ ایک نہیں، دو نہیں، مجھ سے اتنے سارے ایسے کام کروا لیے گئے جو یا تو غلط تھے یا ضروری نہیں تھے۔ جو ظلم میں نے Mary کے ساتھ کر دیا ہے اس کا احساس مجھے کبھی زندہ نہیں رہنے دے گا"۔

ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

ایک اچٹتی نظر اب حال ہی میں ریلیز ہونے والی ایک اور فلم ''مائی نیم از خان'' (My Name Is Khan) پر بھی ڈال لیجئے۔ یہ دراصل ''خدا کے لیے'' میں دی جانے والی نظری بنیادوں کی ایک عملی تفسیر ہے۔ ''خدا کے لیے'' میں جو مبہم الفاظ چھوڑ دیے گئے تھے ان پر نقطے ڈالتی ہے۔ اس فلم کے مرکزی کردار (شاہ رخ خان) اپنی حقیقی زندگی میں وحدت ادیان کے قائل، مشرک عورت سے شادی کے مرتکب، قرآن اور وید دونوں کو 'یکساں' لائق احترام سمجھنے والی شخصیت ہیں۔ مذکورہ فلم میں انہیں کوئی نفسیاتی بیماری کا شکار دکھایا گیا ہے۔ بچپن کی کچھ یادیں اس کے ذہن میں تازہ ہوتی ہیں جب ہندو مسلم فسادات وہ اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھا کرتا تھا اور اکثر کچھ نفرت آمیز جملے سنا کرتا تھا۔

ان الفاظ کا اس کے ذہن پر خاص اثر پڑا۔ ایک دن اس کی ماں اسے اپنے پاس بٹھا کر کاغذ پر ایک خاکہ کچھ یوں بناتی ہے کہ صفحے کے اوپری حصہ پر بائیں طرف رضوان اور دائیں طرف ایک ایسے شخص کا خاکہ جس کے ہاتھ میں ڈنڈا ہے، پھر اسی طرح صفحے کے نچلے حصے پر بائیں طرف رضوان اور دائیں طرف ایک ایسے آدمی کا خاکہ جس کے ہاتھ میں لالی پاپ ہے۔ اب اس کی ماں اس کے سامنے یہ سوال رکھتی ہے کہ ان دونوں (لالی پاپ دینے والے اور لاٹھی بردار) میں سے ہندو کون ہے اور مسلمان کون؟ وہ جواب دیتا ہے کہ دونوں ایک جیسے ہی نظر آرہے ہیں۔ یہ جواب سن کر اس کی ماں اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اسے شاباش دیتی ہے اور کہتی ہے ''ایک بات یاد رکھنا بیٹا، اس دنیا میں صرف دو قسم کے انسان ہیں، اچھے انسان جو اچھا کام کرتے ہیں اور برے جو برا۔ بس یہی فرق ہے انسانوں میں، اور کوئی نہیں؟''

باقی ساری فلم میں اپنی ماں کا کفر اٹھائے اور اس کا پرچار کرنے والا ایک

نہایت 'امانت دار'، 'ہمدرد'، 'رحمدل' ، 'عبادت گزار' اور ذہین آدمی دکھایا گیا ہے تاکہ اچھائی کے ان پیوندوں کے ساتھ وہ اپنے کندھوں پہ لدا کفر آسانی سے لوگوں تک پہنچا سکے۔ 'رحم دلی' کا عالم دیکھئے کہ موصوف موبائل فون تک استعمال نہیں کرتے کیونکہ آئین سٹائین کے مطابق موبائل فون جن لہروں کے ذریعے پیغام رسانی کرتے ہیں ان سے شہد کی مکھیاں مر جاتی ہیں۔

کیا دین شعیب منصور اور شاہ رخ خان سے سمجھنا ہوگا؟؟

اسلام کی تفہیم کے لئے سلف صالحین کے منہج اور اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے کی اب کوئی ضرورت نہیں۔ 'تحقیق' کا ذوق رکھنے والے حضرات اس مقصد کے لئے اب سینما گھروں کا رخ بھی کر سکتے ہیں۔ اس 'شجر' سے نکلنے والے 'ثمر' کا اندازہ قارئین خود کر لیں۔

نیکی کی جن صورتوں (اخلاقیات، انسانیت، محبت اور رواداری) کو لہک لہک کر بیان کیا جاتا ہے کیا دنیا کا کوئی مذہب اس کے برخلاف تعلیم دیتا ہے؟؟ آخر وہ کون سی چیز ہے جو اسلام اور ان ادیانِ باطلہ کے درمیان ایک فصیل کھڑی کر دیتی ہے؟ مسلمان بھی 'صالح اعمال' انجام دے رہا ہو اور غیر مسلم بھی تو بھلا آخر اس 'مسلمان' کی ضرورت ہی کیا تھی۔ کیا وجہ ہے کہ ایک مسلم کو تو بالآخر جنت کی خوشخبری دی جاتی ہے مگر مشرک کے لئے ابد الآباد جہنم کی بشارت ہے۔ مسلمان کا وجود ظاہر ہے کسی خاص مقصد کے لئے ہے ورنہ اہل کتاب اس 'آسامی' کو بآسانی پر کر سکتے تھے۔

اللہ کی کتاب انسانیت کی تقسیم 'ایمان' کی بنیاد پر ہی تو کرتی ہے۔ مگر یہاں عبادت اللہ کی ہو یا غیر اللہ کی، سب ثانوی چیزیں ہیں۔ توحید اور شرک کے فاصلوں کو جتنا پاٹنے کی کوشش کریں جاہلیت کا کام اتنا ہی آسان ہو جاتا ہے۔ انہیں اس امر کا

بخوبی اندازہ ہے کہ ایک صالح اسلامی تحریک اول ترین کام یہی کرتی ہے کہ توحید اور شرک کی بنیاد پر معاشروں کو polarize کر دیا جائے،بس اس polarization کی دیر ہوتی ہے کہ جاہلیت اپنی موت آپ ہی مرنا شروع کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جاہلیت ایسی کسی بھی تقسیم کے امکانات معدوم سے معدوم تر کر دینا چاہتی ہے۔

درست کہ نرمی اور سختی 'دعوت' کے مستقل باب کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو منکرین حق کی ایذا رسانیوں پر یہ تلقین کی گئی :فاصبر علی ما یقولون۔ جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں آپ اس پر صبر کیجئے۔ وہیں قرآن نے اتمام حجت کے طور پر سیدنا ابراہیم علیہ السّلام کی ذات کو اہل ایمان کے لئے اسوہ قرار دیا۔ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا تھا:اب ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لئے دشمنی اور بغض کی ابتدا ہو چکی ہے جب تک کہ تم ایک اللہ پر ایمان نہیں لے آتے۔

فکر ارجاء یقیناً ان کے لئے من و سلویٰ کی حیثیت رکھتی ہے۔ ایک مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھ لینے کے بعد آپ ہمیشہ ہمیشہ کے لیےpatented مسلمان ہیں اورآپ کے جملہ حقوق دائمی طور پر محفوظ ہو چکے ہیں، اب آپ کی زندگی جو مرضی رخ پکڑے جہاں مرضی سجدے کریں، جہاں چاہیں محبتیں نچھاور کریں، جس کی چاہیں اطاعت میں خود کو دے ڈالیں، جس کے ساتھ چاہیں تعلق بنائیں، جہاں سے چاہیں توڑ ڈالیں، اسلامی شریعت کے ایک بھی حکم پر ساری زندگی عمل نہ کریں، چاہیں تو اس کے ساتھ بر سر جنگ ہی کیوں نہ ہو جائیں، اللہ کے حلال کو حرام اور حرام کو حلال تک کہہ ڈالیں۔ آپ کے ایمان کو بہر حال کوئی خطرہ نہیں، جنت تو بس بنی ہی آپ کے لیے ہے، ہاں! کبھی خود زبان سے ہی اسلام کا انکار کرنے کی غلطی نہ کیجیے گا، باقی آپ پوری طرح محفوظ

ہیں۔ دین محمد کے ساتھ اس سے بڑا مذاق بھی کوئی ہو سکتا ہے!!! اسلام میں ’دخول‘ کا ایک طریقہ کار ہے تو یقیناً ’خروج‘ کا بھی ایک معین راستہ ضرور ہو گا، مگر اس ’غم‘ سے نجات دلا دینے کا کافی وشافی انتظام اکبری مذہب نے کر دیا ہے۔

دین اکبری کی رو سے اخلاقیات اور Rituals کا پیکیج آپ کی انفرادی زندگی کے حوالہ سے ہے، البتہ اجتماعی زندگی میں آپ کو جاہلیت کی متعین کردہ راہ پر ہی چلنا ہو گا، بصورت دیگر ’گمراہی‘ مقدر ہے۔ انبیاء کرام علیہم السّلام اس نسخہ کیمیا کو استعمال کر لیتے تو ان کا کام کہیں آسان ہو جاتا۔ مگر نہ جانے کیوں انہوں نے قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرنے، تکلیف اٹھانے اور ہجرت اور بالآخر جہاد جیسے اقدامات کو ہی اپنا مطمح نظر بنایا۔

فقہ المسائل: .... مولانا محمد الیاس گھمن

سر ڈھانپ کر نماز پڑھنا

آج کل بعض لوگ ننگے سر نماز ادا کرتے ہیں، سر ڈھانپنے میں سستی کرتے ہیں بلکہ بعض تو جان بوجھ کر سر پر عمامہ [پگڑی] یا ٹوپی نہیں لیتے۔ مزید وہ اپنی اس حرکت پر عوام الناس میں طرح طرح کے شبہات اور وساوس بھی پیش کرتے ہیں، اس بارے میں متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ کا ایک مفید اور عمدہ تحقیقی مضمون پیش خدمت ہے، اپنے موقف کی بادلائل وضاحت اور منکرین کے وساوس کا مدلل جواب

اہل السنت والجماعت کا موقف:

اہل السنت والجماعت کے ہاں نماز پڑھتے وقت سر کو ڈھانپنا چاہیے، چاہے پگڑی کے ذریعے ہو یا ٹوپی کے ذریعے۔ ہاں اگر مجبوری ہو مثلاً کپڑا نہ مل رہا ہو تو الگ بات ہے۔ یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ اہل السنت والجماعت بغیر سر ڈھانپے نماز کو بالکل باطل قرار نہیں دیتے (جیسا کہ بعض غیر مقلدین یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اہل السنت والجماعت کے ہاں ننگے سر نماز پڑھنے سے نماز باطل ہوتی ہے) بلکہ اسے خلافِ ادب، خلاف سنت، مکروہ اور ناپسندیدہ قرار دیتے ہیں۔

منکرین فقہ کا موقف:

منکرین فقہ کے اکابر کا موقف یہی ہے کہ سر ڈھانپ کر نماز پڑھی جائے، ننگے سر نماز پڑھنا جیسا کہ آج کل یہ رسم عام پھیل رہی ہے، اسے غیر مقلد اکابرین نے بھی بدرسم، ہر لحاظ سے ناپسندیدہ اور مکروہ لکھا ہے۔ (ان کے اقوال آگے آرہے ہیں) لیکن موجود غیر مقلدین کا ایک بہت بڑا طبقہ ننگے سر نماز پڑھتا نظر آرہا ہے اور طرفہ

تماشہ یہ کہ اسے "سنت" سے تعبیر کرتا ہے۔ اس موقف پر ان کے عمل کے علاوہ کتب بھی ہیں جیسا کہ حال ہی میں شائع ہونے والی ایک کتاب "کون کہتا ہے کہ ننگے سر نماز نہیں ہوتی" مؤلفہ عبدالرحمٰن صاحب [منکر فقہ] کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

1: ننگے سر نماز پڑھنا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔(ص14)

2: چاہیے یہ تھا کہ حنفی علماء بھی کبھی کبھی سر ننگے جماعت کرایا کریں تاکہ لوگوں کو اس سنت صحیحہ کا علم ہو جائے۔(ص15)

3: اس مسئلہ میں وسعت ہے، سر ڈھانکنا بھی سنت ہے اور نہ ڈھانکنا بھی سنت ہے۔ (ص23)

دلائل اہل السنت والجماعت:

اہل السنت والجماعت کا موقفِ مذکور مندرجہ ذیل دلائل سے ثابت ہے۔

دلیل نمبر1:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:يَابَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ

(الاعراف:31)

ترجمہ: ہر نماز کے وقت خوبصورت لباس پہنو۔

آیت کی تفسیر و تشریح:

1: علامہ ابن تیمیہ الحنبلی رحمہ اللہ (م728ھ) لکھتے ہیں:

وَاللّٰهُ تَعَالَى أَمَرَ بِقَدْرٍ زَائِدٍ عَلَى سَتْرِ الْعَوْرَةِ فِي الصَّلَاةِ، وَهُوَ أَخْذُ الزِّينَةِ، فَقَالَ: (خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ) فَعَلَّقَ الْأَمْرَ بِاسْمِ الزِّينَةِ لَا بِسَتْرِ الْعَوْرَةِ

(الفتاویٰ الکبریٰ لابن تیمیہ: ج5ص326)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے نماز کے لیے ستر عورت (اعضاء ستر کے ڈھانپنے) کے علاوہ

ایک زائد حکم بھی دیا ہے اور وہ ہے اچھا لباس پہننا، چنانچہ فرمایا کہ ہر نماز کے وقت خوبصورت لباس پہنو۔

اور اس کی تشریح خود حنبلی مذہب میں یوں ہے:

قال التميمي الثوب الواحد يجزء والثوبان أحسن والأربع أكمل: قميص وسراويل وعمامة وإزار۔ (المغنی لابن قدامہ: ج2ص136)

ترجمہ: ابو الحسن التمیمی فرماتے ہیں: ایک کپڑا نماز کے جواز کے لیے کافی ہے دو کپڑے بہتر ہیں چار کپڑے ہوں تو نماز اور زیادہ کامل ہو گی، چار کپڑے یہ ہیں قمیض، پاجامہ، پگڑی اور تہبند۔

2: شیخ الاسلام الشیخ محمد زاہد بن الحسن الکوثری رحمۃ اللہ علیہ (م1371ھ) فرماتے ہیں:

ولا شك ان الفظ الزينة يتناول غطاء الروؤس تناولا اوليا فيكون ماموار به فى الآية وتوهم اقتصار الآية على سبب نزولها من زجر اهل الجاهلية الذين كانوا يطوفون بالكعبة وهم عراة من جميع ملابسهم ابتعاد عن منهج اهل الاستنباط من ان العبر بشمول اللفظ لا بخصوص السبب ولذا ترى اهل المذاهب مجمعين على استحباب لبس القلنسوة والرداء والازار فى الصلاة كما شرح المنية 349 ومجموع النووى ص3-173 وغيرهما۔

(مقالات الکوثری: ص171)

ترجمہ: اور یہ وہم کرنا کہ ”یہ آیت تو جاہلیت کے لوگوں کو کعبے کا تمام کپڑے اتار کا ننگا طواف کرنے پر تنبیہ کرنے کے لیے نازل ہوئی تھی لہذا اس کا حکم ننگے طواف کرنے کے ساتھ خاص رہے گا“ یہ استنباط کے بنیادی اصول سے بہت دور کی بات ہے، کیونکہ اعتبار لفظ کے شامل ہونے کا ہوتا ہے نہ کہ سبب کے خاص ہونے کا اور اسی وجہ

سے آپ دیکھتے ہیں کہ تمام مسالک کے حضرات ٹوپی، قمیص اور پائجامہ میں نماز پڑھنے کے مستحب ہونے پر متفق ہیں، جیسے کہ منیہ کی شرح: ص 349 اور مجموع النووی: ج3 ص 173 وغیرہ میں مذکور ہے۔

3: شیخ محمد بن صالح بن محمد عثیمین لکھتے ہیں:

والذی جاء فی القرآن ﴿يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ (اعراف) فامر الله تعالى باخذ الزينة عند الصلاة واقل ما يمكن لباس يوارى السواة وما زاد على ذالك فهو فضل والسنة بينت ذلك على سبيل التفصيل واذا كان الانسان يستحى ان يقابل ملكا من الملوك بثياب لاتستر اونصف بدنه ظاهر فكيف لا يستحى ان يقف بين يدى ملك الملوك عزوجل بثياب غير مطلوب منه ان يلبسها ولهذا قال عبد الله بن عمر تخرج الى الناس وانت حاسرا لراس؟ قال: لا، قال: فالله احق ان تتجمل له هذا صحيح لمن عادتهم انهم لا يحسرون عن رؤوسهم ۔(الشرح الممتع على زادا لمستقنع للعثيمين باب شروط الصلاة منها العورة)

ترجمہ: قرآن مجید میں ارشاد ہے: اے بنی آدم! ہر سجدہ کے وقت (یعنی نماز) اپنی زینت لے لیا کرو۔ پس اللہ تعالی نے اس آیت میں نماز کے وقت زینت اختیار کرنے کا حکم فرمایا جس کا کم از کم درجہ ایسا لباس ہے جس سے ستر چھپ جائے اور اس سے زیادہ لباس کی فضیلت ہے اور سنت نے اس کو تفصیل سے بیان کر دیا ہے اور جب انسان اس بات سے شرم کرتا ہے کہ وہ بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ کے سامنے ایسے کپڑوں میں آئے جو ستر کو چھپائے ہوئے نہ ہو یا اس کے بدن کا آدھا حصہ کپڑوں سے چھپا ہوا نہ ہو تو انسان کو اس بات سے کیوں نہیں شرم آنی چاہیے کہ وہ تمام بادشاہوں کے بادشاہ اللہ عزوجل کے سامنے ایسے کپڑوں میں کھڑا ہو جس کا پہننا اس کی طرف سے مطلوب نہیں۔

اور اسی وجہ سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام حضرت نافع سے جب انہیں ننگے سر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا، فرمایا تھا کہ اپنا سر ڈھانک لیجئے کیا آپ لوگوں کے سامنے ننگے سر جانا گوارہ کریں گے؟ نافع نے کہا کہ نہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالی تو دوسروں کے مقابلے میں جمال وزینت کے زیادہ مستحق ہیں۔ اور یہ بات ان لوگوں کے لیے صحیح ہے جن کی عادت یہ ہے کہ وہ اپنے سر ننگے نہیں کرتے اور لوگوں کے سامنے ننگے سر جانا گوارہ نہیں کرتے۔

4: جناب سید نذیر حسین دہلوی لکھتے ہیں:

اس آیت ﴿یَا بَنِی آدَمَ خُذُوا زِینَتَکُمۡ عِنۡدَ کُلِّ مَسۡجِدٍ﴾ سے ثابت ہوا کہ ٹوپی اور عمامہ سے نماز پڑھنا اولیٰ ہے، کیونکہ لباس سے زینت ہے اگر عمامہ یا ٹوپی رہتے ہوئے تکاسلا۔ (سستی کی وجہ سے) برہنہ (سر) نماز پڑھے تو مکروہ ہے۔

(فتاویٰ نذیریہ ج1 ص240)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

احکم الحاکمین نے اپنے دربار میں حاضر ہونے کی نسبت یہ حکم کیا ہے کہ ﴿یَا بَنِی آدَمَ خُذُوا زِینَتَکُمۡ عِنۡدَ کُلِّ مَسۡجِدٍ﴾ یعنی تم لوگ ہر نماز کے وقت اپنے کپڑے لے لیا کرو یعنی کپڑے پہن کر نماز پڑھا کرو اور کپڑے میں عمامہ بھی داخل ہے کیونکہ عمامہ ایک مسنون کپڑا ہے۔ (فتاویٰ نذیریہ ج3 ص373)

5: غیر مقلد عالم عبید اللہ خان عفیف لکھتے ہیں:

یَا بَنِی آدَمَ قَدۡ أَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکُمۡ لِبَاسًا یُوَارِی سَوۡآتِکُمۡ وَرِیشًا وَلِبَاسُ التَّقۡوَیٰ الآیۃ۔ یَا بَنِی آدَمَ خُذُوا زِینَتَکُمۡ عِنۡدَ کُلِّ مَسۡجِدٍ الآیۃ۔

کوئی ان دونوں آیات کی جو بھی تفسیر کرے مگر ان دونوں کے اطلاق اور

عموم سے علی الاقل الحکم لعموم اللفظ لا بخصوص السبب پورا لباس زیب تن نماز پڑھنا نماز کی شان اوراس کے آداب میں شامل ہے اور ہمارے عرف میں تین کپڑے پگڑی، تہبند اور قمیض پورا لباس کہلاتے ہیں۔

(فتاویٰ محمدیہ ترتیب غیر مقلد عالم مولوی مبشر احمد ربانی ج1ص379)

دلیل نمبر2:

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ فِي الشِّتَاءِ فَرَأَيْتُهُمْ فِي الْبَرَانِسِ وَالأَكْسِيَةِ، وَأَيْدِيهُمْ فِيهَا۔

(المعجم الکبیر للطبرانی: ج9ص157 حدیث نمبر17564)

ترجمہ: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سردی کے موسم میں حاضر ہوا تو میں نے ان کو دیکھا کہ وہ لمبی ٹوپیوں اور چادروں میں (نماز پڑھتے) تھے اور ان کے ہاتھ چادروں کے اندر رہتے تھے۔

دلیل نمبر3:

حضرت فُلتان بن عاصم الجرمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اتيت النبى صلى الله عليه و سلم فرأيتهم يصلون فى الأكسية و البرانس وأيديهم فيها من البرد۔

(معجم الصحابۃ لابن قانع: ج2ص152 رقم الحدیث1372)

ترجمہ: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام) کو دیکھا کہ وہ چادریں اوڑھے اور ٹوپیاں پہنے نماز پڑھ رہے تھے اور ان کے ہاتھ سردی کی وجہ سے چادروں کے اندر تھے۔

دلیل نمبر4:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہے: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ دَهْنَ رَأْسِهِ وَتَسْرِيحَ لِحْيَتِهِ، وَيُكْثِرُ الْقِنَاعَ حَتَّى كَانَ ثَوْبُهُ ثَوْبُ زَيَّاتٍ.

(شمائل الترمذی: ص4-باب ماجاء فی ترجل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر مبارک پر کثرت سے تیل لگایا کرتے تھے اور داڑھی مبارک میں کثرت سے کنگا کیا کرتے تھے اور سر پر کثرت سے کپڑا اوڑھے رکھتے تھے یہاں تک کہ آپ کا وہ کپڑا ایسا محسوس ہوتا تھا کہ گویا تیلی کا کپڑا ہے۔

دلیل نمبر5:

حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے ایک اور روایت ہے: ما رایت احدا ادوم قناعا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی مِلْحَفته مِلْحَفة زيّات.

(تاریخ بغداد: ج5 ص372 تحت ترجمۃ بکر بن السمیدع ابوالاحسن)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو ہمیشگی کے ساتھ سر ڈھانپتے ہوئے نہیں دیکھا حتیٰ کہ آپ کا رومال تیلی کے رومال کی طرح ہوتا تھا۔

دلیل نمبر6:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکثر القناع ویکثر الدھن راسه ویسرح لحیته بالماء۔ (شعب الایمان للبیہقی: ج5 ص226 فصل فی اکرام الشعر)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سر پر کثرت سے رومال اوڑھ رکھتے تھے اور سر مبارک پر کثرت سے تیل لگایا کرتے اور اپنی داڑھی کو پانی سے صاف فرمایا کرتے تھے

فائدہ: اس روایت میں سر ڈھانکے جانے والے کپڑے کے بارے میں تیل کے

اثرات کا ذکر نہیں جس سے معلوم ہوا کہ آپ کے معمول میں یہ تین کام مستقلاً تھے یعنی [1] ہمیشہ سر ڈھانپنا [2] تیل لگانا [3] ڈاڑھی کو پانی سے صاف کرنا۔ لہٰذا یہ کہنا درست نہ ہو گا کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کپڑا صرف اس لیے رکھتے تھے کہ چونکہ آپ ہمیشہ تیل لگایا کرتے تھے" اس لیے کہ اس روایت میں یہ کام مستقلاً ثابت ہو رہا ہے۔ نیز یہ بھی ملحوظ رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب خارجِ صلاۃ سر ڈھانپنے کا اتنا اہتمام فرماتے تھے تو داخلِ صلاۃ (جو کہ احکم الحاکمین کے سامنے حاضری کی حالت ہے) اس کا کس قدر اہتمام فرماتے ہوں گے۔

دلیل نمبر 7:

عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ : إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيَحْسِرِ الْعِمَامَةَ عَنْ جَبْهَتِهِ.

(مصنف ابن ابی شیبۃ: ج2 ص500 باب من کرہ السجود علی کور العمامۃ)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ایک نماز پڑھے تو اپنی پیشانی سے پگڑی کو ہٹائے۔

دلیل نمبر 8:

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ حَسِرَ الْعِمَامَةَ عَنْ جَبْهَتِهِ. (مصنف ابن ابی شیبہ ج2 ص499 باب من کرہ السجود علی کور العمامۃ)

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اپنی پیشانی سے پگڑی ہٹا لیتے۔

دلیل نمبر 9:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وَقَالَ الْحَسَنُ كَانَ الْقَوْمُ يَسْجُدُونَ عَلَى الْعِمَامَةِ وَالْقَلَنْسُوَةِ وَيَدَاهُ فِي كُمِّهِ۔ (صحیح البخاری: ج1 ص56 باب السجود علی الثوب فی شدۃ الحر)

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قوم (یعنی صحابہ کرام زمین کے گرم ہونے کی وجہ سے) عمامہ اور ٹوپی پر سجدہ کرتے تھے۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

عَنِ الْحَسَنِ ، قَالَ : إِنَّ أَصْحَابَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم يَسْجُدُونَ وَأَيْدِيهِمْ فِي ثِيَابِهِمْ ، وَيَسْجُدُ الرَّجُلُ مِنْهُمْ عَلَى عِمَامَتِهِ.

(مصنف ابن ابی شیبۃ: ج2 ص497 باب فی الرجل یسجد ویداہ فی ثوبہ)

ترجمہ: امام حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نماز میں سجدہ کرتے تھے ان کے ہاتھ کپڑوں میں ہوتے اور ان میں سے کوئی آدمی اپنی ٹوپی اور پگڑی پر سجدہ کرتا تھا۔

دلیل نمبر 10:

حضرت عبد اللہ فرماتے ہیں :رَأَيْتُ الأَسْوَدَ يُصَلِّي فِي بُرْنُسٍ طَيَالِسِهِ ، يَسْجُدُ فِيهِ، وَرَأَيت عَبْدَ الرَّحْمَنِ، يَعْنِي ابْنَ يَزِيدَ، يُصَلِّي فِي بُرْنُسٍ شَامِيٍّ يَسْجُدُ فِيهِ.

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج2 ص495، 496 باب فی الرجل یسجد ویداہ فی ثوبہ)

ترجمہ: میں نے حضرت اسود کو دیکھا کہ وہ اپنی چادر کے ساتھ جڑی ہوئی ٹوپی میں نماز پڑھ رہے تھے اور سجدہ بھی اسی میں کر رہے تھے اور میں نے عبد الرحمن بن یزید کو شامی لمبی ٹوپی میں نماز پڑھتے ہوئے اور سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔

مذاہبِ اربعہ کے حوالہ جات:

مذہبِ حنفی:

1: والمستحب أن يصلى فى ثلاثة ثياب من أحسن ثيابه قميص وأزرار وعمامة.

(مراقی الفلاح لحسن بن عمار الشرنبلالی: ص124)

ترجمہ: مستحب یہ ہے کہ خوبصورت کپڑوں میں نماز ادا کی جائے یعنی قمیص، تہبند اور پگڑی میں۔

2: لو صلی مکشوف الرأس، وهو يجد ما يستتر به الرأس، إن كان تهاوناً بالصلاة يكره. (المحيط البرہانی: ج5 ص137)

ترجمہ: اگر سر ڈھانپنے کے لیے کپڑا موجود ہو اس کے باوجود اسے محض اہمیت نہ دیتے ہوئے ننگے سر نماز پڑھے تو یہ مکروہ ہے۔

مذہبِ مالکی:

والسنة فی حق الرجل ان يستُر جميع جسده علی الوجه المشروع فيه فهو مطلوب بذلك لاجل الامتثال ثم العمامة علی صفتها كما تقدم ذكره

(المدخل لابن الحاج: ج1 ص142 فصل فی اللباس)

ترجمہ: مرد کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ شرعی طریقہ کے مطابق اپنے جسم کو ڈھانپے اور اللہ کے احکام کی بجا آوری کے پیشِ نظر یہی بات مطلوب ہے، پھر بیان کردہ طریقہ کے مطابق پگڑی باندھ کر سر کو ڈھانپا جائے جیسا کہ اس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔

مذہبِ شافعی:

1: قال أصحابنا يستحب ان يصلی الرجل فی أحسن ثيابه المتيسرة له ويتقمص ويتعمم۔ (المجموع شرح المہذب للنووی: ج4 ص196 باب ستر العورۃ)

ترجمہ: ہمارے حضرات شوافع کہتے ہیں کہ آدمی کو جو خوبصورت لباس میسر ہو وہ پہن کر نماز پڑھے، قمیض بھی پہنے اور پگڑی بھی باندھے۔

2: وَيُسَنُّ لِلرَّجُلِ أَنْ يَلْبَسَ لِلصَّلَاةِ أَحْسَنَ ثِيَابِهِ وَيَتَقَمَّصَ وَيَتَعَمَّمَ

(تحفۃ المحتاج فی شرح المنہاج: ج6 ص265 باب شروط الصلاۃ)

ترجمہ: آدمی کے لیے نماز میں اچھے سے اچھا لباس پہننا سنت ہے، قمیص پہنے، پگڑی کے ساتھ سر کو ڈھانپے۔

3: ویسن لرجل والإمام أبلغ أن یصلی فی ثوبین مع ستر رأسه ولا یکره فی ثوب واحد یستر ما یجب ستره۔ (الاقناع لمحمد الشربینی: ج1 ص88)

ترجمہ: آدمی کے لیے سنت یہ ہے کہ دو کپڑوں میں نماز پڑھے اور سر بھی ڈھانپے، اور امام کے لیے تو یہ حکم اور بھی زیادہ تاکید رکھتا ہے اور ایک کپڑے میں نماز پڑھنا جس سے واجب ستر ڈھانکا جاسکے، مکروہ نہیں ہے۔

مذہبِ حنبلی:

ویستحب للرجل حرا کان أو عبدا أن یصلی فی ثوبین ذکره بعضهم إجماعا. قال ابن تمیم وغیره مع ستر رأسه بعمامة۔

(المبدع شرح المقنع لبرہان الدین ابراہیم بن محمد: ج1 ص312)

ترجمہ: آزاد یا غلام کے لیے دو کپڑوں میں نماز پڑھنا مستحب ہے اور بعض علماء نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ ابن تمیم وغیرہ نے کہا ہے کہ پگڑی کے ساتھ سر کو چھپانے کے علاوہ دو کپڑے مراد ہیں۔

منکرینِ فقہ کے اکابر کی تصریحات

[1]: سید نذیر حسین دہلوی:

اس میں کلام نہیں کہ عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنا افضل ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم ومن بعدھم عام طور عمامہ کی موجودگی میں عمامہ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ادرکتُ فی مسجدِ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ و سلم سبعین مُحَنَّکًا واِنَّ

احدھم لو ائتُمنَ علیٰ بیت المال لکان بہ امیناً۔

ترجمہ: حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں ستر کے قریب آدمی دیکھے جنہوں نے سر پر پگڑیاں باندھ رکھی تھی اوران میں سے ایک اس درجہ کا آدمی تھا کہ اگر اس بیت المال پر امین بنایا جائے تو امین ثابت ہو، علمانے بھی یہ لکھاہے کہ نماز باعمامہ مستحب وافضل ہے۔

رفع الالتباس عن مسائل اللباس میں ہے شک نہیں کہ نماز باعمامہ کو بے عمامہ پر فضیلت ہے باعتبار وقار وسکینہ واتباع سنت کے، حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ میں فرمایاہے کہ علیکم بالعِمامة فانها سِیْمَاءُ الملائکة۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: پگڑی سر پر رکھاکروکیونکہ یہ فرشتوں کالباس ہے۔

اور حدیث رکانہ میں فرمایاہے:

فرق ما بیننا وبین المشرکین العمائم علی القلانس (رواہ الترمذی)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاہمارے اور مشرکین کے درمیان یہ فرق ہے کہ ہمارے عماموں کے نیچے ٹوپیاں ہوتی ہیں۔

ایک اور فتویٰ میں لکھاہے کہ جمعہ کی نماز ہویاکوئی اور نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عمامہ باندھ کر نماز پڑھتے تھے اور عمامہ باندھنادربار شاہی کے منافی نہیں ہے بلکہ اسی شہنشاہ احکم الحاکمین نے اپنے دربار میں حاضر ہونے کی نسبت یہ حکم کیاہے کہ ﴿خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ یعنی تم لوگ ہر نماز کے وقت اپنے کپڑے لے لیاکرو یعنی اپنے کپڑے پہن کر نماز پڑھاکرو اور کپڑے میں عمامہ بھی داخل ہے کیونکہ عمامہ ایک مسنون کپڑاہے۔

(فتاویٰ نذیریہ: ج3ص372، 373)

[2]: ثناء اللہ امر تسری:

صحیح مسنون طریقہ نماز کا وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علی وسلم سے بالدوام ثابت ہوا ہے یعنی بدن پر کپڑے اور سر ڈھکا ہوا ہو پگڑی سے یا ٹوپی سے۔

(فتاویٰ ثنائیہ: ج1ص522 تا523)

[3]: سید محمد داؤد غزنوی:

آپ نے اپنے والد بزرگوار امام عبد الجبار کا ننگے سر نماز کے خلاف فتویٰ نقل کرکے آخر میں اپنی رائے کا یوں اظہار کیا ہے: ابتداء عہد اسلام کو چھوڑ کر جب کہ کپڑوں کی قلت تھی اس کے بعد اس عاجز کی نظر سے کوئی ایسی روایت نہیں گذری جس میں باصراحت یہ مذکور ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یا صحابہ کرام نے مسجد میں اور وہ بھی نماز باجماعت میں ننگے سر نماز پڑھی ہو چہ جائیکہ معمول بنالیا ہو، اس لیے اس بدرسم کو جو پھیل رہی ہے بند کرنا چاہیے۔

اگر فیشن کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھی جائے تو نماز مکروہ ہو گی، اگر تعبد اور خضوع وخشوع وعاجزی کے خیال سے پڑھی جائے تو یہ نصاریٰ کے ساتھ تشبہ ہو گا، اسلام میں ننگے سر رہنا سوائے احرام کے تعبد یا خضوع وخشوع کی علامت نہیں اور اگر کسل وسستی کی وجہ سے ہے تو منافقوں کی ایک خلقت سے تشابہ ہو گا۔ وَلَا يَأْتُونَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالٰی (نماز کو آتے ہیں تو سست اور کاہل ہو کر) غرض ہر لحاظ سے یہ ناپسندیدہ عمل ہے۔ (ہفت روزہ الاعتصام ج11 شمارہ نمبر18 و فتاویٰ علمائے حدیث: ج4ص291)

[4]: عبد المجید سوہدروی:

بطور فیشن لاپرواہی اور تعصب کی بناء پر مستقل اور ابد الآباد کے لیے یہ (ننگے سر نماز پڑھنے والی) عادت بنالینا جیسا کہ آج کل دھڑلے سے کیا جارہا ہے ہمارے

نزدیک صحیح نہیں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہ عمل نہیں کیا۔

(اہلحدیث سوہدرہ ج15 شمارہ22 وفتاوی علمائے حدیث: ج4ص281)

[5]: ابو سعید شرف الدین دہلوی:

آپ لکھتے ہیں: بحکم ﴿خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر پر عمامہ رکھنے سے عمامہ سنت ہے اور ہمیشہ ننگے سر کو نماز کا شعار بنانا بھی ایجاد بندہ ہے (یعنی بدعت ہے) اور خلاف سنت ہے گاہے چنیں جس کا حکم اور ہے شعار کا اور پس اول جائز ثانی ایجاد۔ (فتاویٰ ثنائیہ: ج1ص590)

بعض کا شیوہ ہے کہ گھر سے ٹوپی یا پگڑی سر پر رکھ کر آتے ہیں اور ٹوپی یا پگڑی قصداً اتار کر ننگے سر نماز پڑھنے کو اپنا شعار بنا رکھا ہے اور پھر اس کو سنت کہتے ہیں بالکل غلط ہے یہ فعل سنت سے ثابت نہیں ہاں اس فعل کو مطلقا ناجائز کہنا بھی بیو قوفی ہے [ہم بھی مطلقاً عدم جواز کے قائل نہیں کسی عذر اور مجبوری کی وجہ سے جائز ہے۔ ناقل] ایسے ہی برہنہ سر کو بلاوجہ شعار بنانا بھی خلاف سنت ہے اور خلاف سنت بے وقوفی ہی تو ہوتی ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ: ج1ص521)

[6]: مولوی محمد اسماعیل سلفی:

موصوف نے ننگے سر نماز کی عادت کے خلاف بڑا طویل، مدلل، زوردار اور فکر انگیز فتویٰ دیا ہے، چند اقتباسات پیش خدمت ہیں:

ننگے سر نماز کی عادت عقل اور فہم کے خلاف ہے عقل مند اور متدین آدمی کو اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل علم کا طریقہ وہی ہے جو اب تک مساجد میں متوارث اور معمول بہا ہے کوئی مرفوع حدیث صحیح میری نظر سے نہیں گزری جس سے اس عادت کا جواز ثابت

ہو خصوصاً باجماعت فرائض میں بلکہ عادت مبارک یہی تھی کہ پورے لباس سے نماز ادا فرماتے تھے عام ذہن کے لوگوں کو (فی ثوب واحد) اس قسم کی احادیث سے غلطی لگی ہے کہ ایک کپڑے میں نماز (ادا) کی جائے تو سر ننگا رہے گا حالانکہ ایک کپڑے کو اگر پوری طرح لپیٹا جائے تو سر ڈھکا جا سکتا ہے۔ غرض کسی حدیث سے بھی بلا عذر ننگے سر نماز کو عادت اختیار کرنا ثابت نہیں محض بے عملی یا بد عملی یا کس کی وجہ سے یہ رواج پڑ رہا ہے بلکہ جہلا تو اسے سنت سمجھنے لگے ہیں العیاذ باللہ کپڑا موجود ہو تو سر ننگے نماز ادا کرنا یا ضد سے ہو گا یا قلت عقل سے نیز یہ ثابت ہوتا ہے کہ اچھے کپڑوں کے ساتھ تجمل سے نماز پڑھنا مستحب اور مسنون ہے آیت﴿خُذُوا زِينَتَكُمْ﴾ کے مضمون سے بھی اسی سے وضاحت ہو جاتی ہے۔ ان تمام گزارشات سے مقصد یہ ہے کہ سر ننگا رکھنے کی عادت اور بلاوجہ ایسا کرنا اچھا فعل نہیں یہ عمل فیشن کے طور پر روز بروز بڑھ رہا ہے یہ اور بھی نامناسب ہے۔

ویسے یہ مسئلہ کتابوں سے زیادہ عقل و فراست سے متعلق ہے اگر اس جنس لطیف سے طبعیت محروم نہ ہو تو ننگے سر نماز ویسے ہی مکروہ معلوم ہوتی ہے۔

(فتاویٰ علماء حدیث ج4 ص286 تا289)

[7]: مولوی عبد الستار:

نائب مفتی محکمۃ القضاء الاسلامیہ، جماعت غرباء اہلحدیث لکھتے ہیں:

ٹوپی یا عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنی اولیٰ وافضل ہے کیونکہ ٹوپی اور عمامہ باعث زیب وزینت ہے۔ (فتاویٰ ستاریہ ج3 ص59)

[8]: سید محب اللہ شاہ راشدی:

سید محب اللہ شاہ راشدی [منکر فقہ] نے حافظ نعیم الحق نعیم کے فتویٰ کہ ننگے

سر نماز ہو جاتی ہے، کار د بڑے پر زور انداز اور تحقیقی لب ولہجہ سے کیا ہے فتویٰ بڑا طویل ہے، چند اقتباسات حاضر خدمت ہیں:

”یہ کہنا کہ سر ڈھانپنے پر پسندیدہ ہونے کا حکم نہیں لگایا جاسکتا ہے، اس سے راقم الحروف کو اختلاف احادیث کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر و بیشتر اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سر پر عمامہ باندھے رہتے یا ٹوپیاں ہوتی تھیں اور راقم الحروف کے علم کی حد تک سوائے حج وعمرہ کوئی ایسی صحیح حدیث دیکھنے میں نہیں آئی جس میں یہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ننگے سر گھومتے پھرتے تھے یا کبھی سر مبارک پر عمامہ وغیرہ تھا لیکن مسجد میں آکر عمامہ وغیرہ اتار کر رکھ لیا اور ننگے سر نماز پڑھنی شروع کی۔

اگر یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ معمول نہ ہوتا تو جس طرح سر پر عمامہ یا ٹوپی کا ثبوت مل رہا ہے اس طرح ننگے سر چلتے پھرتے رہنے یا ننگے سر نماز پڑھنے کے متعلق بھی روایات ضرور مل جاتیں لیکن اس قسم کی ایک روایت بھی میرے علم میں نہیں آئی، جب یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ معمول ہوا تو یہ عمل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا پسند ہوگا۔ سر ڈھانپ کر چلتے پھرتے یا نماز وغیرہ پڑھنے کو پسندیدہ قرار نہ دینا صحیح معلوم نہیں ہوتا اسی طرح ہم نے بڑے بڑے علماء وفضلاء کو دیکھا کہ وہ اکثر و بیشتر سر ڈھانپ کر چلتے پھرتے اور نماز پڑھتے ہیں یہ آج کل جو نئی نسل خصوصاً اہل حدیث جماعت کے افراد کا معمول بنا رکھا ہے اسے چلتے ہوئے فیشن کا اتباع تو کہا جاسکتا ہے۔ مسنون نہیں یا کسی چیز کے جائز ہونے کا یہ مطلب ہے کہ مندوبات و مستحبات کو بالکل ترک کر دیا جائے لیکن آج کل کے معمول سے تو یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ کتب احادیث میں جو جو مندوبات و مستحبات، سنن ونوافل کے ابواب

موجود ہیں یہ سراسر فضول ہیں اور ہمیں صرف جواز اور رُخص پر ہی عمل کرنا ہے یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ ان (یعنی حنفیوں) کے لیے مستحبات کا خاتمہ بھی کر دیں اور ننگے سر نماز پڑھنے کا کوئی دائمی معمول بنالیں پھر اگر یہی مقصود تھا تو گھر سے ہی ننے سر آتے اور نماز پڑھ لیتے لیکن یہ عجیب طرفہ تماشا ہے کہ گھر سے تو ٹوپی وغیرہ سر پر رکھ آتے ہیں لیکن مسجد میں داخل ہو کر سر سے ٹوپی وغیرہ اتار کر ایک طرف رکھ دیتے ہیں اور نماز شروع کر دیتے ہیں۔ اب عوام میں یہ غلط فہمی پھیلتی جاتی ہے کہ گھر سے تو ٹوپی وغیرہ سر پر رکھ کر آنا چاہیے لیکن مسجد میں آکر اس کو اتار دینا چاہیے اور ننگے سر ہی نماز پڑھنی چاہیے۔ کیونکہ یہی سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس لیے کہ اہلحدیث جماعت کے بہت سے افراد کا اس پر عمل ہے۔ اب آپ ہی سوچیں کہ یہ کتنی بڑی غلطی ہے اور یہ محض اہلحدیثوں کے طرز عمل سے ہی پیدا ہو رہی ہے حالانکہ صحیح تو کجا مجھے تو ایسی ضعیف حدیث بھی نہیں ملی جس میں یہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے تو اس حال میں نکلے کہ سر پر عمامہ وغیرہ تھا لیکن مسجد میں آتے ہی اس کو اتار لیا اور ننگے سر نماز پڑھی، پھر اس کو دائمی اور مستمرہ معمولات میں سے بنانے کی وجہ سے لوگوں کو کیا یہ خیال نہ گزرتا ہو گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے تو اس غلط فہمی کے دور کرنے کے لیے بھی کیا یہ اہم و پسندیدہ بات نہیں کہ اکثر و بیشتر سر ڈھانپ دیا جائے خواہ نماز میں خواہ اس سے باہر تاکہ یہ غلطی رفع ہو جائے۔

میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے جواز کے ثبوت سے اس کا نزلہ یہ حضرات صرف اسی بیچاری ٹوپی وغیرہ پر ہی کیوں گرانے پر مصر ہیں۔ اگر ننگے سر نماز پڑھنے کے مسنون ہونے کا مدار آپ حضرات ایک کپڑے

میں نماز پڑھنے والی حدیث پر ہی رکھتے ہیں تو بسم اللہ آپ گھر سے ہی ایک کپڑے میں آئیں اور نماز بھی پڑھ لیں اور یہ اچھی ستم ظریفی ہے کہ گھر سے تو قمیض، شلوار، کوٹ، وغیرہ پہن کر آتے ہیں اور مسجد میں دخول کے بعد صرف پگڑی یا ٹوپی اتار کر نماز پڑھنی شروع کر دی، یاللعجب۔

مجھے تو سر ڈھانپنا ہر حال میں بہتر اولی اور مستحب و مندوب نظر آتا ہے۔

(الاعتصام، مجریہ 22 دسمبر 1989ء ج 45 شمارہ 27)

[10]: مولوی عبید اللہ عفیف:

قرآن مجید کے اطلاق، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تصریحات، شارحین حدیث کی تحقیقات اور شیخ امام ابن تیمیہ و دیگر مفتیانِ عِظام کے فتاویٰ جات زیب قرطاس کرنے کے بعد اتمام حجت کے طور پر عملی توارث بھی پیش کر دینا نامناسب نہ ہو گا۔ سو واضح رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام سلف صالحین اور اہل علم کا طریق وہی رہا ہے جو شروع سے اب تک مساجد میں متوارث و معمول بہا چلا آرہا ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالحین کی عادت یہی تھی کہ پگڑی یا ٹوپی سمیت پورے لباس میں نماز ادا فرماتے تھے لیجئے پڑھیئے اور اس غلط رواج پر کچھ غور فرمایئے!

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: خلاصہ کلام یہ ہے اس (ننگے سر نماز پڑھنے) کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور عادت مبارک سمجھنا صحیح نہیں بلکہ اس جواز کو شعار بنا لینا بدرسم اور ایجاد بندہ (یعنی بدعت) ہے اور عافیت اس کے ترک ہی میں ہے پس پورا لباس قمیض، تہبند اور پگڑی وغیرہ پہن کر اور بن ٹھن کر نماز پڑھنی چاہیے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مستمرہ اور سلف و خلف اہل علم کا متواتر

عمل یہی رہا ہے کہ وہ پگڑی اور ٹوپیوں کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے اور یہی طریق سنت اور افضل ہے۔ کوئی ایسی مرفوع حدیث صحیح اور صریح میرے ناقص علم و مطالعہ میں نہیں گزری جس سے اس عادت اور فیشن کا ثبوت ملتا ہو چہ جائے کہ اس رواج اور بدرسم کو سنت کہا جائے یا اس کو سنت باور کرانے کے لیے اشہب قلم کو مہمیز کی جائے اور اضطراب کا باب اس سے الگ ہے۔

(فتاویٰ محمدیہ بترتیب مبشر احمد ربانی: ج1 ص385)

چند شبہات اور ان کے جوابات

اس مسئلہ میں چند شبہات پیش کیے جاتے ہیں اور احادیث و آثار سے غلط استدلال کیا جاتا ہے ہم بعون اللہ و توفیقہ ان شبہات کا مدلل علمی احتساب کریں گے۔

شبہ نمبر 1:

حضرت عمرو بن ابی سلمہ سے روایت ہے: رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی ثوب واحد مشتملاً بہ فی بیت ام سلمۃ۔ (بخاری و مسلم)

منکرین فقہ کہتے ہیں: عربی میں "اشتمال" کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایک چادر بدن پر اس طرح لپیٹی جائے کہ دائیں طرف کا کنارہ بائیں طرف کے کندھے پر لے جا کر گردن کے پیچھے سے دونوں کونوں کو باندھ دیتے ہیں۔ اس صورت میں ضرور دونوں بازو اور سر بھی ننگا ہوتا ہے۔ (کون کہتا ہے؟: ص15)

جواب نمبر 1:

اس حدیث کا مطلب سمجھنے کے لیے ایک اور حدیث دیکھی جائے گی۔

چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رأيته يصلي في ثوب واحد مُتَوَشِّحًا به۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث 518)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ایک کپڑے کے دونوں کنارے اپنے اوپر الٹ پلٹ کیے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔

اس حدیث کے لفظ "توشیح" کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ پورے بدن کو لمبے کپڑے سے اس طرح ڈھانپا جائے کہ سر پر بھی یہ کپڑا آجائے۔ البحر الرائق میں ہے :التَّوْشِيحُ أَنْ يَكُونَ الثَّوْبُ طَوِيلًا يَتَوَشَّحُ بِهِ فَيَجْعَلُ بَعْضَهُ على رَأْسِهِ وَبَعْضَهُ على مَنْكِبَيْهِ وَعَلَى كل مَوْضِعٍ من بَدَنِهِ۔ (البحر الرائق: ج2 ص44 باب مایفسد الصلاۃ وما یکرہ فیہا)

ترجمہ: "توشیح" کا مطلب یہ ہے کہ ایک لمبے کپڑے کو اس طرح لپیٹا جائے کہ اس کا کچھ حصہ سر پر ہو، کچھ دونوں کندھوں پر ہو اور (جہاں تک ممکن ہو) بدن کے ہر حصہ پر ہو۔

قال نجم الدين في كتاب الخصائل: قلت لشيخ الإسلام: إن محمداً يقول في «الكتاب» لا بأس بأن يصلي في ثوب واحد متوشحاً به، وقال: مراد محمد أن يكون ثوباً طويلاً يتوشح به فيجعل بعضه على رأسه وبعضه على منكبيه، وعلى كل موضع من بدنه أما ليس فيه تنصيص على إعراء الرأس والمنكبين

(المحیط البرہانی: کتاب الصلاۃ، فی الفصل بین الاذان والاقامۃ)

ترجمہ: امام نجم الدین النسفی اپنی تالیف "کتاب الخصائل" میں لکھتے ہیں: میں نے شیخ الاسلام ابو الحسن السُّغْدی البخاری سے پوچھا کہ امام محمد بن الحسن الشیبانی رحمہ اللہ نے اپنی تالیف "الکتاب" میں لکھا ہے کہ اگر نمازی ایک کپڑے کو توشیحاً لپیٹ کر نماز پڑھے تو کوئی حرج نہیں (اس کا مطلب کیا ہے؟) تو انہوں نے جواب دیا کہ امام محمد رحمہ اللہ کی مراد یہ ہے کہ ایک لمبے کپڑے کو اس طرح لپیٹا جائے کہ اس کا کچھ حصہ سر پر ہو، کچھ دونوں کندھوں پر ہو اور (جہاں تک ممکن ہو) بدن کے ہر حصہ پر ہو۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ سر اور کندھے ننگے ہوں۔

لہذا اس دوسری حدیث سے معلوم ہو گیا کہ ایک کپڑے میں نماز اس طرح نہیں تھی کہ سر ننگا رہے جیسا کہ یار لوگوں نے سمجھ رکھا ہے بلکہ ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہوئے سر بھی ڈھانپا جا سکتا ہے جیسا کہ توشیح کے معنی سے واضح ہوتا ہے۔

جواب نمبر2:

یہ بیان جواز کیلیے ہے ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وهذا كله دليل لبيان الجواز

(شرح مسند ابی حنیفۃ لعلی القاری ج1 ص164)

جواب نمبر3

یہ مجبوری کی حالت تھی کہ اس وقت کپڑوں کی قلت تھی لوگ غریب تھے

چنانچہ حضرت ابی بن کعب سے روایت ہے: الصَّلَاةُ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ سُنَّةٌ كُنَّا نَفْعَلُهُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يُعَابُ عَلَيْنَا فَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ إِنَّمَا كَانَ ذَاكَ إِذْ كَانَ فِي الثِّيَابِ قِلَّةٌ فَأَمَّا إِذْ وَسَّعَ اللَّهُ فَالصَّلَاةُ فِي الثَّوْبَيْنِ أَزْكَى۔

(مسند احمد بن حنبل: ج15 ص472 رقم الحدیث 21173)

ترجمہ: ایک کپڑے میں نماز ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں پڑھتے تھے لیکن اس وقت ہم پر کوئی بھی عیب نہ دھرتا تھا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہ اس لیے تھا کہ اس وقت کپڑوں کی قلت تھی (لوگ غریب تھے) لیکن آج کے دور میں اللہ نے ہمیں وسعت دی ہے تو نماز دو کپڑوں میں بہتر ہے۔

معلوم ہوا کہ اس کا تعلق سر ڈھانپنے سے نہیں بلکہ وسعت کے ساتھ ہے۔

جواب نمبر4:

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کا مطلب وہ بیان کر دیا جائے جو ائمہ

کی تقلید سے جی چرانے والے لوگ خود بیان کرتے ہیں ممکن ہے گھر کی گواہی کے سامنے سر تسلیم خم ہو جائے۔ مولوی محمد اسماعیل سلفی لکھتے ہیں:

آنحضرت صلی اللہ علیہم اجمعین، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل علم کا طریقہ وہی ہے جو اب تک مساجد میں متوارث اور معمول بہاہے کوئی مرفوع حدیث صحیح میری نظر سے نہیں گزری جس سے اس عادت کا جواز ثابت ہو خصوصاً باجماعت فرائض میں بلکہ عادت مبارک یہی تھی کہ پورے لباس سے نماز ادا فرماتے تھے عام ذہن کے لوگوں کو(فی ثوب واحد)اس قسم کی احادیث سے غلطی لگی ہے کہ ایک کپڑے میں نماز(ادا)کی جائے تو سر ننگا رہے گا حالانکہ ایک کپڑے کو اگر پوری طرح لپیٹا جائے تو سر ڈھکا جا سکتا ہے۔ غرض کسی حدیث سے بھی بلا عذر ننگے سر نماز کی عادت اختیار کرنا ثابت نہیں محض بے عملی یا بد عملی یا کس کی وجہ سے یہ رواج پڑ رہا ہے بلکہ جہلا تو اسے سنت سمجھنے لگے ہیں۔ (فتاویٰ علماء حدیث ج4ص286تا289)

شبہ نمبر2:

زیارت بیت اللہ کے وقت سر ننگا رکھنا ضروری ہوتا ہے جو دلیل خشوع ہے اور نماز میں بھی خشوع و خضوع مطلوب ہے۔ لہذا نماز میں بھی سر ننگا رکھنا جائز ہے۔

جواب:

اس کے جواب میں ہم ناصر الدین البانی صاحب کی عبارت پیش کرنا کافی سمجھتے ہیں: وأما استدلال بعض إخواننا من أنصار السنة فی مصر علی جوازہ قیاسا علی حسر المحرم فی الحج فمن أبطل قیاس قرأتہ عن ھؤلاء الإخوان کیف والحسر فی الحج شعیرۃ إسلامیۃ ومن مناسکہ التی لا تشارکہ فیھا عبادۃ أخری ولو کان القیاس المذکور صحیحا للزم القول بوجوب الحسر فی الصلاۃ لأنہ

واجب فی الحج وهذا إلزام لا انفكاك لهم عنه إلا بالرجوع عن القياس المذكور ولعلهم يفعلون۔ (تمام المنۃ فی التعلیق علی فقہ السنۃ: ج1 ص165)

ترجمہ: رہا مصر میں ہمارے سنت کے پیروکار بھائیوں کا ننگے سر کے جواز کو حج میں احرام والے شخص کے ننگے سر ہونے پر قیاس کرنا جو میں نے پڑھا ہے، بالکل باطل ہے اور یہ قیاس صحیح کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ حج میں ننگے سر رہنا اسلامی شعار ہے اور حج کے ان مناسک میں سے ہے کہ جن میں کوئی دوسری عبادت شریک نہیں۔ اور اگر مذکورہ قیاس صحیح ہوتا تو پھر نماز میں سر ننگا کرنے کا قول لازم ہوگا (نہ کہ محض جائز) کیونکہ حج میں (بحالت احرام) یہ واجب ہے اور یہ ایسا الزام ہے کہ ان لوگوں کے لیے اس سے چھٹکارے کا کوئی راستہ نہیں سوائے اس کے کہ وہ اپنے مذکورہ قیاس سے رجوع کریں اور شائد کہ وہ اپنے قیاس سے رجوع کر لیں۔

شبہ نمبر 3:

خود فقہ کی کتابوں میں ہے کہ ننگے سر نماز پڑھنا اگر خشوع کے ارادے سے ہو تو درست ہے: وان يصلي حاسرا راسه تكاسلاً ولا باس اذا فعله تذللاً وخشوعاً

(منیۃ المصلی فصل کراھیۃ الصلاۃ)

ترجمہ: ننگے سر نماز پڑھنا اگر سستی کی وجہ سے ہے تو مکروہ ہے اور اگر عاجزی وخشوع کے ارادے سے پڑھے تو کوئی حرج نہیں۔

جواب:

اعتراض کرنے والے فقہاء کرام کی ان عبارات کا مطلب نہیں سمجھے اس لیے اس غلطی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ ہم شیخ ابراہیم حلبی (م956ھ) کی حلبی کبیر شرح منیۃ المصلی سے اس کا مطلب پیش کرتے ہیں۔ موصوف لکھتے ہیں: (ولا باس اذا

فعله) ای کشف الراس(تذللاً وخشوعاً) لان ذلك هو المقصود الاصلی فی الصلوٰة وفی قوله : له بأس به اشارة الی ان الاولی ان لا یفعله وان یتذلل ویخشع بقلبه فانهما من افعال القلب۔ (حلبی کبیر ص 349 کراھیۃ الصلاۃ)

ترجمہ: اگر عاجزی اور خشوع کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھے تو حرج نہیں اس لیے کہ عاجزی اور خشوع ہی نماز میں مقصود اصلی ہے اور یہ جو فرمایا کہ حرج نہیں اس کہنے میں اشارہ ہے کہ افضل یہی ہے کہ عاجزی وخشوع کی صورت میں بھی سر ننگا نہ کرے اور عاجزی وخشوع اپنے دل میں اختیار کرے کیونکہ یہ دونوں دل کے اعمال ہیں۔

منیۃ المصلی کی شرح حلبی صغیر میں ہے :وفی قوله لاباس اشارة الی ان الاولیٰ ان لا یفعله لان فیه ترك اخذ الزینة الما مور بها مطلقاً فی الظاهر

(حلبی صغیر: فصل کراھیۃ الصلاۃ)

ترجمہ: یہ جو فرمایا کہ ”حرج نہیں“ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ افضل یہی ہے کہ عاجزی وخشوع کی صورت میں بھی سر ننگا نہ کرے کیونکہ سر ننگا کرنے میں اس زینت کو چھوڑنا لازم آتا ہے جس کا شریعت کی طرف سے بظاہر ہر حال میں حکم دیا گیا ہے (یعنی خواہ خشوع ہو یا نہ ہو)

مطلب یہ ہے کہ خواہ کسی کی عاجزی یا خشوع کی نیت ہو بھی تب بھی افضل یہی ہے کہ نماز ننگے سر نہ پڑھے بلکہ سر ڈھانپ کر پڑھے تاکہ زینت جس کا حکم خدا تعالیٰ نے دیا ہے کو ترک کرنا لازم نہ آئے۔

تنبیہ:

یہاں تو چند لوگ خشوع کا بہانہ کرکے ننگے سر نماز کے دعوے کر رہے ہیں لیکن قرآن کی آیت ”الذین هم فی صلاتهم خٰشعون“ میں جب خشوع کا حکم ہوتا

ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ اس کی تفسیر عدم رفع یدین فی الصلاۃ سے کرتے ہیں تو غیر مقلدین رفع یدین کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ کیسی دورخی پالیسی ہے ؟

ایک عمومی و عوامی اشکال:

اگر ننگے سر نماز پڑھنا بے ادبی ہے تو پھر حج و عمرہ کرنے والے کو بھی بے ادب کہو کیونکہ وہ بھی ننگے سر ہوتا ہے۔

جواب:

شریعت اعمال بجالانے کا نام نہیں بلکہ اداءِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے۔ اگر اعمال اداءِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہیں تو دین ہیں اور اگر اداء پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق نہ ہوں تو یہ دین نہیں ہے۔ مثلاً:

(1): رمضان المبارک کے دنوں میں صبح صادق سے غروب آفتاب تک نہ کھانے کا نام روزہ ہے۔ اگر کوئی بندہ غروب آفتاب کے بعد بھی کھانے سے رک جائے تو یہ دین نہیں بلکہ موجبِ گناہ ہے، کیونکہ اداء پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے۔

(2): 29 یا 30 رمضان تک روزے رکھنا اداء پیغمبر کے مطابق ہے اس لیے مطابق شریعت ہے۔ اگر کوئی شخص یکم شوال کو بھی روزہ رکھے تو یہ خلافِ شریعت ہے اس لیے کہ اداء پیغمبر نہیں۔

اب اداء پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں سر ڈھانپنا اور عمرہ میں سر ننگا رکھنا ہے۔ لہٰذا نماز میں سر ڈھانپنا اور حج و عمرہ میں سر ننگا رکھنا ہی عین ادب ہے کیونکہ ادء پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

تذکرۃ المحدثین: مولانا ارشد سجاد حفظہ اللہ

عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب:

نام عطاء، کنیت ابو محمد والد کا نام اسلم اوران کی کنیت ابو رباح تھی، آپ یمن کے مردم خیز قصبہ "جند" میں خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے آغاز خلافت میں پیدا ہوئے اور مکۃ المکرمہ میں نشوونما پائی۔

فضل وکمال:

فضل وکمال اور زہد وورع کے لحاظ سے حضرت عطاء رحمہ اللہ بڑے جلیل القدر تابعی تھے۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: وکان من سادات التابعین فقھا وعلماً وورعاً وفضلاً۔ (تہذیب التہذیب ج4ص491)

ترجمہ: حضرت عطاء رحمہ اللہ فقہ، علم وورع اور فضل وکمال کے لحاظ سے سادات تابعین میں تھے۔

صرف اسی پر بس نہیں بلکہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آپ کے فضل وکمال اور تفقہ کے معترف تھے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یا اھل مکۃ تجتمعون علی وعندکم عطاء۔ اے اہل مکہ! جب تمہارے پاس حضرت عطاء موجود ہیں تو میرے پاس آنے کی کیا ضرورت ہے؟۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے: تجتمعون لی المسائل وفیکم عطاء. جب تمہارے اندر حضرت عطاء موجود ہیں تو مجھ سے مسائل پوچھنے کیوں آتے ہو؟ (تذکرۃ الحفاظ ج1ص85)

علم حدیث میں مقام و مرتبہ:

حضرت عطاء رحمہ اللہ حدیث کے مشہور حفاظ میں سے تھے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ نے آپ کا شمار طبقہ اولیٰ کے حفاظ میں کیا ہے۔ علامہ ابن سعد رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

حضرت عطاء رحمہ اللہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص، حضرت عبداللہ بن زبیر ، حضرت معاویہ ، حضرت اسامہ بن زید، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت زید بن ارقم، حضرت عبداللہ بن سائب مخزومی، حضرت عقیل بن ابی طالب، حضرت عمرو بن ابی سلمہ، حضرت رافع بن خدیج، حضرت ابو درداء، حضرت ابو سعید خدری، حضرت ابو ہریرہ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہم اجمعین کے دستر خوان علم کے خوشہ چیں تھے۔ (طبقات ابن سعد ج3ص344)

تلامذہ:

حدیث میں ان سے فائدہ اٹھانے والوں کی فہرست بہت طویل ہے۔ بعض کے نام یہ ہیں: حضرت ابو اسحاق سبیعی، حضرت زہری ، حضرت مجاہد۔ حضرت ایوب سختیانی، حضرت اعمش، حضرت اوزاعی حضرت ابو الزبیر ، حضرت حکم بن عتبہ اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔ (تہذیب التہذیب ج4ص488)

امام عطاء ائمہ کرام کی نظر میں:

امام باقر رحمہ اللہ لوگوں کو ہدایت کرتے تھے کہ جہاں تک ہو سکے عطاء سے حدیث لیا کرو۔ (تہذیب الاسماء واللغات للنووی ج1ص363)

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تابعین میں حضرت عطاء سے زیادہ کوئی متبع

حدیث نہ تھا۔ (تہذیب الاسماء واللغات للنووی ج1 ص363)

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے افضل آدمی کوئی نہیں دیکھا۔ (تہذیب التہذیب ج4 ص490)

امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے تھے: جس وقت حضرت عطاء نے انتقال کیا اس وہ لوگوں میں روئے زمین کے سب سے زیادہ پسندیدہ آدمی تھے۔

(مختصر صفوۃ الصفوۃ ص158)

وفات:

امام عطاء رحمہ اللہ سن 114ھ میں انتقال فرمایا۔

قسط نمبر 6 :

کشف سے متعلق

فضائل اعمال پر اعتراضات کا علمی جائزہ

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

شیخ الحدیث قطب العصر مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "فضائل اعمال" میں جہاں اولیاء اللہ کے واقعات درج کیے ہیں، وہاں ان کی کرامات اور کشف وغیرہ بھی ذکر کیے ہیں۔ کرامات کی بحث [معنیٰ، ثبوت، شرعی حکم وغیرہ] تفصیل کے ساتھ گزر چکی ہے۔ اب چند باتیں "کشف" سے متعلق تحریر کی جاتی ہیں۔

1) کشف کا معنیٰ
2) کشف کی قسمیں
3) کشف کا ثبوت
4) کشف کا شرعی حکم

کشف کا معنیٰ:

اولیاء اللہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ ایسی باتیں اور چیزیں، سُجھا، بتلا یا دکھلا دیں جو بظاہر چھپی ہوئی ہوں اور عام لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو۔

کشف کی قسمیں:

کشف کی دو قسمیں ہیں: کشف تکوینی اور کشف الٰہی۔

کشفِ تکوینی:

پہلے اس کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے کہ کشفِ تکوینی یا کشفِ کونی ایسے

کشف کو کہتے ہیں جس میں اللہ کی طرف سے کسی اللہ کے ولی کو کسی چیز کا حال معلوم ہو جائے۔ جگہ اور زمانے کی دوری اس کے درمیان حائل نہ ہو۔

کشفِ الٰہی:

اسے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ ولی کے دل پر علوم و اسرار، معارف حقائق اور خدا کی ذات وصفات کی حقیقت سے واضح ہو جائے اور یہ چیزیں اس ولی کو مثالی صورت میں دکھائی دیں۔

(باختصار شریعت وطریقت ص 33)

کشف کا ثبوت احادیث مبارکہ سے:

کشف ایک خاص حالت اور کیفیت کا نام ہے جو محض اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہے اس کا اس وجہ سے انکار کرنا کہ ہماری عقل میں نہیں آتا سراسر نادانی ہے۔ چونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کارفرما ہوتی ہے اس لیے اس کو ماننے میں تردد سے کام نہیں لینا چاہیے۔ اب ہم ذیل میں چند حوالہ جات اس کے ثبوت میں ذکر کرتے ہیں۔ جن سے یہ واضح ہو جائے گا کہ کشف کی حقیقت کیا ہے؟

صحیح بخاری کا حوالہ:

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ....أَنَسُ بْنُ النَّضْرِ......قَالَ يَا سَعْدُ بْنَ مُعَاذٍ الْجَنَّةَ وَرَبِّ النَّضْرِ إِنِّي أَجِدُ رِيحَهَا مِنْ دُونِ أُحُدٍ۔ (صحیح بخاری رقم 2805)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ان کے چچا حضرت انس بن نضر کا یہ فرمان غزوہ احد کے موقعہ پر منقول ہے کہ انہوں نے حضرت سعد بن معاذ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: اے سعد! قسم ہے میرے پرودگار کی! میں احد پہاڑ کے پیچھے سے جنت کی خوشبو کو سونگھ رہا ہوں۔

اس حدیث کے فائدہ کے ذیل میں حکیم الامت مولانا شرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عالم غیب کی اشیاء کا منکشف ہونا ایک حال رفیع (بلند مرتبہ) ہے جب اتباع شرع (شریعت کی اتباع) بھی ساتھ ہو۔

(التکشف عن مہمات التصوف ص: 576)

صحیح مسلم کا حوالہ:

عن سعد قال رأيت عن يمين رسول الله صلى الله عليه وسلم وعن شماله يوم أحد رجلين عليهما ثياب بياض ما رأيتهما قبل ولا بعد يعني جبرئيل و ميكائل۔ (صحیح مسلم رقم: 2306)

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جنگ احد کے دوران میں نے اللہ کے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب اور بائیں جانب دو شخصوں کو دیکھا جنہوں نے سفید لباس پہن رکھا تھا وہ دونوں اس قدر بے جگری سے لڑ رہے تھے نہ تو میں نے ان سے پہلے ان جیسا کسی کو دیکھا نہ بعد میں یعنی جبرائیل اور میکائیل۔

صحیح بخاری کا حوالہ:

عَنْ أُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ قَالَ بَيْنَمَا هُوَ يَقْرَأُ مِنَ اللَّيْلِ سُورَةَ الْبَقَرَةِ وَفَرَسُهُ مَرْبُوطَةٌ عِنْدَهُ إِذْ جَالَتِ الْفَرَسُ فَسَكَتَ فَسَكَتَتْ فَقَرَأَ فَجَالَتِ الْفَرَسُ فَسَكَتَ وَسَكَتَتِ الْفَرَسُ ثُمَّ قَرَأَ فَجَالَتِ الْفَرَسُ فَانْصَرَفَ وَكَانَ ابْنُهُ يَحْيَى قَرِيبًا مِنْهَا فَأَشْفَقَ أَنْ تُصِيبَهُ فَلَمَّا اجْتَرَّهُ رَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ حَتَّى مَا يَرَاهَا فَلَمَّا أَصْبَحَ حَدَّثَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اقْرَأْ يَا ابْنَ حُضَيْرٍ اقْرَأْ يَا ابْنَ حُضَيْرٍ قَالَ فَأَشْفَقْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْ تَطَأَ يَحْيَى وَكَانَ مِنْهَا قَرِيبًا فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَانْصَرَفْتُ إِلَيْهِ فَرَفَعْتُ رَأْسِي إِلَى السَّمَاءِ فَإِذَا مِثْلُ الظُّلَّةِ فِيهَا أَمْثَالُ الْمَصَابِيحِ فَخَرَجَتْ حَتَّى لَا أَرَاهَا قَالَ

وَتَدْرِي مَا ذَاكَ قَالَ لَا قَالَ تِلْكَ الْمَلَائِكَةُ دَنَتْ لِصَوْتِكَ وَلَوْ قَرَأْتَ لَأَصْبَحَتْ يَنْظُرُ النَّاسُ إِلَيْهَا لَا تَتَوَارَى مِنْهُمْ ۔ (صحیح بخاری رقم:5017)

ترجمہ: حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ایک رات سورۃ البقرہ کی تلاوت کر رہے تھے ان کو گھوڑا پاس بندھا ہوا تھا۔ اچانک گھوڑا اچھلا (اس کے اچھلنے کودنے کی وجہ سے) میں نے تلاوت روک دی۔ گھوڑا بھی ٹھہر گیا، میں نے پھر تلاوت شروع کی تو گھوڑا پھر اچھلنے لگا پھر میں نے تلاوت روکی گھوڑا ٹھہر گیا۔ پھر تلاوت شروع کی ان کا بیٹا یحیٰ جو ان کے قریب تھا وہاں سے اسے ہٹا لیا۔ پھر نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی تو ایک سائبان نظر آیا۔ جس میں چراغوں کی طرح معلوم ہوئیں۔ صبح کو یہ واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ فرشتے تھے۔ جب تم تلاوت کر رہے تھے تو تمہاری آواز کے قریب آ گئے تھے۔ اگر تم پڑھتے (ہی) رہتے تو صبح تک یہ فرشتے یہاں رہتے حتی کہ لوگ ان کو اپنی سر کی آنکھوں سے دیکھ لیتے۔

کشف کا شرعی حکم:

جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی ولی کو ایسی بات یا چیز بتلا یا دکھلا دیتے ہیں، جو عام لوگوں سے اوجھل ہوتی ہے چونکہ اس میں بندے کا اختیار نہیں بلکہ اللہ کی قدرت کارفرما ہوتی ہے اس لیے اس کو ماننے میں کوئی قباحت نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو تسلیم کرنا ہے۔

وضاحت:

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ سے بعض لوگوں نے سوال کیا کہ ”بعض اولیاء اللہ کے بارے میں یہ جو کہا جاتا ہے کہ فلاں اللہ کا ولی ”صاحبِ

کشف “ ہے تو اس کا معنیٰ کیا ہے ؟ وہ بندہ اپنے ارادے اور اختیار سے مخفی اور حالات سے باخبر ہو جاتا ہے، یا اللہ کے فضل و کرم اس کے ارادے میں شامل حال ہو جاتا ہے۔؟ اس کے جواب میں حضرت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کشف کبھی تو بندے کے ارادہ سے حاصل ہوتا ہے کبھی بغیر ارادے کے اور کبھی اس کے ارادے اور کوشش کے باوجود بھی حاصل نہیں ہوتا۔ مختصر یہ کہ کشف و کرامات بندے کے اختیار میں نہیں ہوتے۔ہاں ایسے ہوتا ہے کبھی بندے نے کشف کے لیے ارادہ کیا اور اس وقت اللہ کی مدد شامل حال ہو گئی۔

کشف کی حالت دائمی نہیں ہوتی:

یہ بات بھی یاد رکھیں کہ کسی بھی اللہ کے ولی کی حالتِ کشف نہ تو دائمی ہوتی ہے اور نہ اختیاری بلکہ کبھی کبھار اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حالت نصیب ہو جاتی ہے۔ کبھی معلوم بھی نہیں ہوتا کہ ہم نے کشف میں کیا دیکھا؟ جیسا کہ حضرت اسید بن حضیر کے واقعے میں حضرت اسید کو یہ علم نہ ہوا کہ وہ چراغوں کی مثل کیا چیزیں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتانے پر معلوم ہوا کہ ملائکہ [فرشتے] ہیں۔

عوام الناس کی غلط فہمی کا ازالہ:

بعض لوگوں کو اولیاء اللہ کے بارے میں حد سے تجاوز کرتے دیکھا گیا ہے کہ وہ کشف و کرامات کو بزرگوں کے اختیاری کام سمجھتے ہیں۔لوگوں کی اس بدعقیدگی اور فاسد غلطی کی اصلاح کرتے ہوئے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں کہ

” بعض اہل غلو کا اعتقاد ہے کہ کشف؛ بزرگوں کا اختیاری فعل ہے جب چاہیں جس واقعے کو چاہیں معلوم کر لیتے ہیں، بعض سمجھتے ہیں کہ بزرگوں کو ہر وقت ہر

واقعہ معلوم رہتا ہے۔ اس (حدیث جابر جو بخاری و مسلم میں ہے) واقعہ سے دونوں خیالوں کی غلطی ثابت ہوتی ہے۔ ایسے اعتقاد والوں کو اپنی اصلاح کرنی چاہیے۔"

(التکشف عن مہمات التصوف ص507)

کشف اور آج کا زمانہ:

چونکہ دنیا میں ہر وقت اہل اللہ موجود ہوتے ہیں اور ان سے کرامات اور مکاشفات کا صدور ہوتا رہتا ہے۔ لہذا آج کے دور میں بھی اولیاء اللہ کو کشف ہو سکتا ہے۔ کشف کا انکار کرنا نصوص صریح کا انکار کرنے کے مترادف ہے۔ اس سے بچنا چاہیے اور ہر ولی کو ہر وقت ہر معاملہ میں بذات خود (بغیر اللہ کی عطا کے) صاحبِ کشف سمجھنا بھی گمراہی ہے۔

اعتدال بہت ضروری ہے:

افراطِ و تفریط سے بچ کر اعتدال کی راہ پر چلتے ہوئے یہ نظریہ رکھنا چاہیے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی اپنے ولی کو کوئی واقعہ یا معاملہ بتانا یا دکھلانا چاہیں تو اسے "منکشف" فرما دیتے ہیں اور ولی کو "کشف" ہو جاتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس معاملہ کو نہ دکھانا اور نہ بتانا چاہیں تو ولی اپنے ذاتی اختیار سے کسی مخفی امر کا انکشاف نہیں کر سکتا۔ نہ تو بالکل کشف و کرامات کا انکار کیا جائے اور نہ ہی ایسے معاملات میں اولیاء اللہ کو ذاتی اختیارات سونپے جائیں۔ اللہ ہمارے ایمان و عمل کی حفاظت فرمائے۔

بہر حال! فضائل اعمال میں درج اولیاء اللہ کے مکاشفات کا انکار کرنا دینی علوم سے دوری کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں علمِ دین پر اخلاص کے ساتھ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

(............جاری ہے)

تعارف کتب فقہ : مفتی محمد یوسف

امام محمد رحمہ اللہ کی چند کتب (2)

قارئین! آپ کو یاد ہو گا گزشتہ قسط میں ہم نے یہ وضاحت کی تھی کہ امام محمد رحمہ اللہ کی چھ مشہور کتب ہیں، جنہیں "کتب ظاہر الروایۃ" کہا جاتا ہے۔ کتاب المبسوط اور الجامع الصغیر کا تعارف ہو چکا، الجامع الکبیر کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔

الجامع الکبیر:

"الجامع الکبیر" کیا ہے؟ علمی دنیا میں ایک بہترین فقہی شاہکار اور فقہی مسائل پر مشتمل ایک شاندار دستاویز ہے، علماء کرام نے صراحت کی ہے کہ اس کتاب میں درج شدہ مسائل امام محمد رحمہ اللہ نے بواسطہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ ذکر نہیں کیے بلکہ بذات خود امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ سے سن کر لکھے ہیں۔ یہ بتانا ضروری ہے کہ اس کتاب میں ایسے مسائل بھی ہیں جو امام محمد رحمہ اللہ کی ذاتی جستجو اور کاوش کا نتیجہ ہیں نیز ایسے مسائل بھی کتاب کا حصہ ہیں جو امام موصوف نے دیگر علماء کرام کے قلمی نسخوں اور ذاتی مسودوں سے اخذ کیے ہیں۔

امام محمد بن حسن الشیبانی رحمہ اللہ نے ابتداءً یہ کتاب لکھی اور بہت خوب لکھی پھر آپ نے اس پر نظر ثانی فرمائی اور جن مقامات پر ضرورت محسوس ہوئی اضافہ کر دیا اس طرح بہت سی نئی مباحث، نئے ابواب و مسائل اس کتاب کا حصہ بن گئے، یہ اضافہ شدہ نیا مسودہ پہلے کی بہ نسبت حجم میں بڑھ گیا اور اس کی افادیت بھی دوچند ہو گئی گویا یہ کہنا بے جانہ ہو گا کہ امام موصوف نے اس کتاب کو دو مرتبہ تصنیف فرمایا ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ سے یہ کتاب ان کے شاگردانِ رشید امام ابو حفص کبیر، امام

ابو سلیمان جوزجانی، امام ہشام بن عبید اللہ رازی اور امام محمد بن سماعہ رحمہم اللہ وغیرہ نے روایت کی ہے۔

فقہ کے موضوع پر "الجامع الکبیر" کو منفرد مقام حاصل ہے، فقہاء کرام نے اپنے اپنے انداز میں اس کا تذکرہ کیا ہے، مثلا:

1: امام صلاح الدین صفدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: وله فی مصنفاته المسائل المشکلة خصوصاً ما يتعلق بالعربية، من ذالك قال فی الجامع الكبير۔

(الوافی بالوفیات ج2 ص247 بحوالہ تلامذہ امام اعظم ابو حنیفہ کا محدثانہ مقام)

ترجمہ: امام محمد رحمہ اللہ کی تصنیفات میں مشکل اور پیچیدہ مسائل ہیں۔ خصوصاً وہ مسائل جو عربی لغت سے تعلق رکھتے ہیں۔ جیسا کہ خود امام محمد رحمہ اللہ "الجامع الکبیر" میں فرماتے ہیں۔

2: علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن خلکان رحمہ اللہ نے "الجامع الکبیر" کو امام محمد رحمہ اللہ کی نادر (عجیب وغریب) کتب میں شمار کیا ہے، موصوف لکھتے ہیں:

آپ نے بہت سی نادر کتب تصنیف کیں، جن میں سے "الجامع الکبیر" اور الجامع الصغیر وغیرہ ہیں۔ (وفیات الاعیان مترجم ج4 ص561)

3: حافظ ابن ناصر الدین شافعی رحمہ اللہ "الجامع الکبیر" کی فقہی حیثیت کو اجاگر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

الجامع الكبير الذى قال احمد بن ابى عمران سمعت محمد بن شجاع يقول على انحرافه عن محمد بن الحسن ما وضع فى الاسلام كتاب فى الفقه مثل جامع محمد بن الحسن الكبير۔

(اتحاف السالک ص178 بحوالہ تلامذہ امام اعظم ابو حنیفہ کا محدثانہ مقام)

ترجمہ: الجامع الکبیر ایسی کتاب ہے کہ امام احمد بن ابی عمران (امام طحاوی رحمہ اللہ

کے استاذ) فرماتے ہیں: میں نے امام محمد بن شجاع سے سنا وہ امام محمد رحمہ اللہ سے (فقہی) اختلاف رکھنے کے باوجود یہ فرمایا کرتے تھے کہ اسلام میں فقہ کے موضوع پر امام محمد بن حسن کی "الجامع الکبیر" جیسی کوئی کتاب بھی نہیں لکھی گئی۔

"الجامع الکبیر" کی شروحات:

"الجامع الکبیر" کی تصنیف مکمل ہوئی، بعد میں اس بات کی ضرورت پیش آئی کہ افادۂ عام کے لیے اس کے مسائل وضاحت و تفصیل کے ساتھ منظر عام پر لائے جائیں، چنانچہ اس کار خیر کے لیے بہت سے نامور علماء کرام میدان میں اترے اور اس نیک مقصد کے حصول کے لیے اپنے آپ کو ہمہ تن مصروف کر دیا، ان بندگان خدا نے بہت محنت سے "الجامع الکبیر" کی شروحات لکھیں۔ امام محمد رحمہ اللہ کے باریک علمی نِکات اور گہرے فقہی استدلالات کو عام فہم انداز میں پیش کیا جس کا یہ نتیجہ نکلا کہ نفس کتاب اور فقہی مسائل کو سمجھنے سمجھانے میں مزید سہولت پیدا ہوئی۔

"الجامع الکبیر" کی کثیر تعداد میں شروحات لکھی گئی ہیں۔ علامہ حاجی خلیفہ رحمہ اللہ نے تقریباً پچاس کے لگ بھگ شروحات کا تذکرہ کیا ہے ان شروحات کے مصنفین میں اپنے دور کے نامور اور صاحب علم و فضل شیوخ بھی شامل ہیں جن میں سے چند قابل ذکر شارحین کے نام یہ ہیں:

امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ (م321ھ)	امام ابو بکر جصاص رحمہ اللہ (م370ھ)
ابولیث سمرقندی رحمہ اللہ (م373ھ)	شمس الائمہ حلوانی رحمہ اللہ (م449ھ)
فخر الاسلام بزدوی رحمہ اللہ (م482ھ)	امام سرخسی رحمہ اللہ (م483ھ)
امام اسبیجابی رحمہ اللہ (م500ھ تقریباً)	امام قاضی خان رحمہ اللہ (م592ھ)
صاحبِ ہدایہ رحمہ اللہ (م593ھ)	امام حصیری رحمہ اللہ (م636ھ)

مسلکِ احناف دیوبند کا فروغ

آزاد کشمیر سے آئے چند سوالات کے جوابات اور مفید ہدایات

الحمدللہ! متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ کی اپنے مشن اور کاز سے اخلاص کا یہ عالم ہے کہ ساری دنیا سے علماء طلباء اور عوام الناس مسلکی کام کے فروغ کے لیے مشاورت کرتے ہیں، ایسے ہی ایک مخلص کا ایک خط اور متکلم اسلام کا جواب آپ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے قارئین اپنے اپنے علاقے کی صورتحال کے مطابق اس سے فائدہ اٹھاسکتے ہیں (ادارہ)

مولانا عبدالشکور صاحب [آزاد کشمیر] لکھتے ہیں:

1. ایسے علاقے میں جہاں 2 فیصد احناف دیوبند اور 3 فیصد اہلحدیث اور 1 فیصد شیعہ اور 94 فیصد بریلوی ہوں ایسے علاقے میں مسلک حق احناف دیوبند کے فروغ کے لیے کیسے کام کیا جائے؟ اور اس حوالے سے کن امور کو پیش نظر رکھا جائے؟
2. جن مدارس میں صرف شعبہ حفظ ہے اور حفظ کے بچے بعد حفظ چلے جاتے ہیں اور زیادہ تر طلبہ بریلوی گھرانوں کے ہوتے ہیں ایسے طلبہ کی مسلکی تربیت کیسے کی جائے؟ اور اس حوالے سے کون سے امور اور کتب مفید ہو سکتی ہیں؟
3. ایسے علاقوں میں جہاں بریلویت کی اکثریت ہو وہاں کے جمعہ اجتماعات میں سامعین کی اکثریت جاہل یا بریلوی مکتب فکر سے متعلق ہوتی ہے ایسی مساجد کے خطباء اپنے سامعین کی نظریاتی تربیت کیسے کریں کہ فتنہ وانتشار کے بغیر عوام الناس کی ذہن سازی ہو جائے اس حوالے سے خطباء کو کن خطبات ومواعظ کو زیر مطالعہ رکھنا چاہیے؟

امید قوی ہے کہ آنجناب درج بالا سوالات کے جوابات مرحمت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں گے۔

والسلام

مولانا عبدالشکور، آزاد کشمیر

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خیریت موجود و مطلوب!!

جناب حضرت مولانا عبدالشکور صاحب آپ کی مرکز آمد اور تجاویز پڑھ کر خدا گواہ ہے کہ بے حد خوشی ہوئی اگر آپ جیسے احباب اسی طرح متوجہ رہے تو امید ہے کہ مرکز صحیح سمت پر چلتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس بے پناہ شفقت کو قبول فرمائے آمین۔

1: ایسے علاقہ میں اپنے دلائل بیان کرنے پر اکتفاء کیا جائے اور وقتاً فوقتاً اپنے اکابر کے دورے کرائے جائیں تاکہ لوگ ان کے اعمال اور اخلاق کا مشاہدہ کریں۔

2: ایسے طلبہ کو

(الف) مسلک کو سمجھانے کے ساتھ کچھ دلائل یاد کرادیے جائیں۔

(ب) اپنے خطباء کے خطبات اور نعت خوانوں کی نعتوں پر مشتمل سی ڈیز دی جائیں

(ج) اپنے مشائخ سے بیعت کرادی جائے۔

3: سیرت اور سنت کو خوب بیان کیا جائے اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کثرت سے کیا جائے ، اولیاء اللہ کے حالات اور کرامات کو بیان کیا جائے اور مشائخ حق کا تعارف کرایا جائے۔ خصوصاً امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کا

اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے ہمارے 2 مارچ کے اجتماع کے لیے بھی خصوصی دعا کا اہتمام فرمائیں، احباب کی خدمت سے سلام عرض کر دیں۔

والسلام

[signature]

1-1-2014

لوحِ ایام

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا میں معزز مہمانان گرامی کی آمد اور متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ کے مختلف مسلکی اسفار، اہم شخصیات سے خصوصی ملاقاتیں

- معروف مذہبی اسکالر مولانا زاہد الراشدی کی مرکز آمد، اور خصوصی خطاب۔
- ممتاز عالم دین مفتی عبد الشکور ترمذی کی مرکز آمد، علماء اور طلباء سے خطاب۔
- پیر سید محمود الحسن شاہ شنکیاری مانسہرہ سے مرکز اہل السنت میں تشریف لائے۔
- مفتی جمیل الرحمان آف چکوال کے بھائی کے انتقال پُر ملال پر متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن نے ان سے تعزیت کی۔
- مولانا ابو بکر صدیق مہتمم جامعہ حنفیہ جہلم سے متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ کی خصوصی ملاقات۔
- میاں عبد القدوس نقشبندی، مولانا عتیق الرحمان آف چکوال سے متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ کی خصوصی ملاقات۔
- شیخ الحدیث مولانا علاؤ الدین رحمہ اللہ کے پسماندگان اور ورثا سے اظہار تعزیت
- مولانا مہر محمد میانوالی کے اہل خانہ سے مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ کی تعزیت۔
- مرکز اہل السنت والجماعت سرگودھا کے استاد مولانا ارشد سجاد کے والد محترم حاجی ماسٹر محمد سجاد صاحب کی متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن نے عیادت کی۔
- ڈیرہ اسماعیل خان، بھکر، کلور کوٹ، ہرنولی، لیہ، چکوال، تلہ گنگ، لاہور، کراچی، خانقاہ ڈوگراں، گوجرانوالہ ملک کے مختلف شہروں میں بیانات اور دینی، روحانی اور سیاسی شخصیات سے خصوصی ملاقاتیں کیں۔

ماہنامہ فقیہ ملنے کے پتے

ایجنسی ہولڈرز	علاقہ	فون نمبرز
تحسین اللہ	پشاور	03339217613
قاضی نوید حنیف	آزاد کشمیر	03132317090
سلیم معاویہ	کبیر والا	03006848042
حبیب الرحمن نقشبندی	ننکانہ صاحب	03084552004
مولانا محمد عثمان	میانوالی	0333-6836228
مولانا عمر خطاب	اٹک	03077375075
رحمت اللہ	کوہاٹ	03449251287
مولانا خالد زبیر	فیصل آباد	03153759031
مولانا خالد زبیر	چکوال	03335912502
ضیاء الرحمٰن	واں بھچراں	03363725900
مولانا محمد دلاور	اوکاڑہ	03136969193
مولانا عبد اللہ قمر	قصور	03008091899
مولانا عبد اللہ شہزاد	حافظ آباد	03212374824
دار الایمان	لاہور	03214602218
دار الایمان	کراچی	03052234429
دار الایمان	رائے ونڈ	03026410277

نوٹ : ایجنسی بک کروانے کے لیے رابطہ کریں: 03326311808



قرآن، سنت اور فقہ کی اشاعت وتحفظ کا عالمی ادارہ
مرکز اہل السنۃ والجماعۃ
87 جنوبی سرگودھا کے زیر اہتمام
بروز اتوار
صبح 9 بجے
تا 4 بجے
بتاریخ
2 مارچ
2014
زیر سرپرستی
مولانا محمد الیاس گھمن
امیر اتحاد اہل السنت والجماعت العالمی
وقت
مقررہ کی
پابندی
بہت
ضروری
ہے
چھٹا
سالانہ
اجتماع
اجتماع کی تمام کارروائی
براہ راست ملاحظہ فرمائیں
www.ahnafmedia.com
منجانب
انتظامیہ مرکز اہل السنت والجماعت 87 جنوبی سرگودھا
نوٹ
احباب سمیت
تشریف لائیں
0483881487، 03467357394